رجسٹرڈ ایل نمبر

سلسلہ عالیہ احمدیہ کا سب سے پہلا مشہور و معروف اخبار جسکو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا ایک بازو قرار دیا

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ

ہفتہ وار اخبار

الحکم

قادیان
دورِ جدید

چہ گویم باتو گرائی چہا در قادیاں بینی
دوا بینی شفا بینی غرض دار الاماں بینی

بیا در بزمِ مستاں تا بہ بینی عالمے دیگر
بہشتے دیگر و ابلیس دیگر آدمے دیگر

چندہ سالانہ
حکومت اور والیانِ ریاست سے ۱
امراء و رؤساء سے ...... صہ
معاونین سے ...... عہ
عوام سے ...... صہ
ممالک غیر سے ۱۲ر

مدینۃ المسیح

قادیان دار الامان سے ہر ماہ عیسوی کی ۷-۱۴-۲۱-۲۸ تاریخ کو خدا کے فضل سے شائع ہوتا ہے

مدیر اعلیٰ
شیخ یعقوب علی تراب احمدی عرفانی

مدیر مسئول
شیخ محمود احمد عرفانی مجاہد مصری

جلد ۴۴ | مورخہ ۷ و ۱۴ / ۲۱ و ۲۸ جون ۱۹۴۳ء مطابق ۷-۱۴ / ۲۱-۲۸ احسان ۱۳۲۲ ہش | نمبر ۱۲ تا ۱۵

پیارے الحکم کو دیکھکر

زندہ گشتہ بعد مرگِ صد ہزار

میری مرکز سے غیر حاضری اور عزیز مکرم محمود احمد صاحب عرفانی کی مسلسل اور پیہم علالت اور جماعت کی سہل انگاری یا غفلت نے مل کر گذشتہ سال کے اپریل سے لیکر اس وقت تک موقعہ نہ دیا۔ کہ میں یا عزیز محمود

الحکم کو جاری رکھ سکتے

آخر وہ وقت آگیا۔ کہ الحکم کی قانونی موت پر ہم سے دستخط کا مطالبہ کیا گیا۔ جیسا کہ حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے فرمایا۔

"الحکم سلسلہ کا سب سے پہلا اخبار ہے۔ اور جو موقعہ خدمت کا اسے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے آخری زمانہ میں اسے اور بدر کو ملا۔ وہ کروڑوں روپیہ خرچ کرکے بھی اور کسی اخبار کو نہیں مل سکتا۔ میں کہتا ہوں۔ الحکم ظاہری صورت میں زندہ رہے یا نہ رہے۔ لیکن اس کا نام ہمیشہ کے لئے زندہ ہے۔ سلسلہ کا کوئی مہتمم بالشان کام اس کا ذکر کئے بغیر نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ تاریخ سلسلہ کا حامل ہے۔ لیکن دل یہی چاہتا ہے کہ الحکم جس کا نام ہی بتا رہا ہے۔ کہ ابتدائے ایام سے سلسلہ کے افراد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کیا درجہ سمجھتے تھے۔ اپنی ظاہری صورت میں بھی زندہ رہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اور آپ کی نسل کو اس خدمت کی توفیق دے۔ اللّٰھم آمین (مکتوب مورخہ ۷ جنوری ۱۹۴۳ء)"

الحکم انشاء اللہ العزیز فنا کے دروازے سے نکل کر حیاتِ ابدی کی پرفضا وادی میں داخل ہو چکا ہے۔ اس پر موت و حیات کی مختلف کیفیتیں گزری ہیں۔ اور وہ ان ابتلاؤں میں زندہ رہا۔ اور آگے بڑھا اور اپنے مرکزی نقطہ موضوع سے بحمد اللہ الگ نہ ہوا۔ نہ اسے اغیار کی سازشیں ہلاک کر سکیں۔ نہ بھائیوں کے منصوبے اس کو مرکز مقصود سے الگ کر سکے۔ اسکی تکلیفوں اور ابتلاؤں کی تاریخ نہایت دردناک ہے۔ ؎

وہ قصے اور ہوں گے جن کو سنکر نیند آتی ہے
جگر پھٹ جائیگا سنکر داستاں میری

وہ واقعہ جس کا میں اوپر ذکر کر آیا ہوں۔ کہ الحکم کی قانونی موت کے وارنٹ پر ہم سے دستخط کا مطالبہ کیا گیا۔ میں اور محمود جس نے ۱۹۱۲ء میں کہا تھا۔ (اک نبی زادے کا ہم نام ہوں میں) اپنی موت کے وارنٹ پر خوشی سے دستخط کر دینے کو تیار ہو سکتے تھے۔ اور ہو سکتے ہیں۔ اگر ایسا موقعہ آجاتا۔ مگر

الحکم کی موت کے وارنٹ پر دستخط نہیں کر سکتے تھے

کوئی نہیں جانتا۔ کہ اس غریب بیمار محمود کے دل پر کیا گزر رہی تھی۔ جب اسے اس کے لئے طلب کیا گیا

محرم ایں درد او خبر عالم اسرار نیست

اس نے مجھے لکھا۔ اور میں نے ہدایت کی کہ تم سے کوئی سلوک ہو۔ مگر اس پر دستخط نہ کرنا۔ میری آنکھیں آنسوؤں سے لبریز تھیں۔ اور میں نے اپنی رات کو آستانہ ربی پر گر گر صبح سے تبدیل کیا۔ اور عرض کیا۔ مولیٰ کریم! تو جانتا ہے۔ میں نے اس کو کسی دنیوی نفع کے لئے جاری نہ کیا تھا۔ تو نے اپنی قدرت نمائی سے مجھ پر حملہ کرنے والوں کو دکھا دیا۔ کہ تو جب کسی کے رزق کو وسعت بخشتا ہے تو غیر معمولی مناظر پیش آتے ہیں۔ حضرت حکیم الامۃ نے مجھ سے بیعت لی تھی۔ کہ میں الحکم کو بند نہیں کروں گا۔ کیا تو مجھے اس میثاق کے توڑنے کے ابتلاء سے نہ بچائے گا۔ وہ خدا جس نے حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کی اس دعا کو جو بموقع جاریہ کی گئی تھی۔ سنا تھا۔ اس نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک ادنیٰ ترین خادم کی دعا کو جو حضرت کے واسطہ سے کی گئی تھی سنا۔ اور مسیح کا پیالہ تو نہ ٹلا (گو دوسرے رنگ میں وہ ٹل گیا) مگر اس محسن حقیقی نے حضرت مسیح موعود

کی عزت و وجاہت کے واسطہ کو شرفِ قبولیت بخشا۔ اور یہ پیالہ ٹل گیا والحمد للہ علیٰ ذالک میں حکومت کا شکر گذار ہوں۔ کہ اس نے جائز عذرات کو قبول فرمایا۔ اور عزیز محمود احمد عرفانی نے اپنی صحت اسی دُرِ نایاب کی حفاظت میں قربان کر دی ہے۔ اس ابتلا کے وقت دوسرے سمجھ ہی نہیں سکتے۔ کہ اس نے

کن مشکلات میں اس پرچہ کو نکالا

میں بحیثیت مؤسس الحکم نہیں۔ بہ حیثیت باپ نہیں یہ بلکہ الحکم کے بقاو استحکام کا احمدی ہونے کی حیثیت میں ذمے دار ہونے کی حیثیت سے کہتا ہوں۔

الحکم زندہ بادا

اس نمبر میں بیمار مگر دل کے بہادر مدیر مسئول نے لکھا ہے کیا الحکم جاری رہ سکے گا اور اس نے اپنے بقایاداروں سے مطالبہ کی بجائے اپیل کی ہے۔ مَیں خدا کے فضل و رحم پر بھروسہ کرکے اسے یقین دلاتا ہوں۔ کہ

الحکم زندہ اور جاری رہیگا

میں حوادث اور ابتلاؤں کا ذکر نہیں کرتا۔ مگر وہ اپنی عمر کے ۴۵ سالوں میں ہر قسم کے طوفان میں چٹان کی طرح کھڑا رہا ہے۔ وہ آئندہ بھی بحولہ و بقوتہٖ رہے گا۔ ہم گذر جائیں گے۔ تو ہماری نسل اسے قائم رکھے گی۔ میں اس کے لئے منطقی دلائل نہیں پیش کرتا۔ بلکہ ذوقی بات کہتا ہوں۔ حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ بنصرہٖ نے اپنے محولہ بالا مکتوب میں فرمایا ہے۔ "**لیکن دل یہی چاہتا ہے۔ کہ اپنی ظاہری صورت میں بھی الحکم زندہ رہے۔** اور آپ نے دعا فرمائی ہے۔ **کہ اللہ تعالےٰ آپ کو اور آپ کی نسل کو اسکی خدمت کی توفیق دیتا رہے۔** اللھم آمین"

میری شعاعِ امید اس دعا کی قبولیت ہے۔ میں حضرت امیر المؤمنین کی دعاؤں کے کرشموں کو دیکھ چکا ہوں۔ دیکھتا ہوں۔ میں ان اسباب سے محض ناواقف ہوں۔ جو اسکی حیات کا موجب رہیں گے۔ مجھے شکایت ہے۔ اور دردمند دل سے شکوہ ہے۔ کہ احباب جماعت نے وہ تعاون جو تعاون کا حق ہے۔ الحکم سے نہیں کیا۔ حضرت امیر المؤمنین نے اپنی ایک تقریر میں الحکم کے متعلق ارشاد فرماتے ہوئے فرمایا۔ (میں مفہوم بیان کرتا ہوں)

کہ کیا ماں باپ بڈھے ہو جائیں۔ تو انہیں گھر سے نکال دیا جاتا۔ آپ کے اس ارشاد میں الحکم کو آپ نے وہ اعزاز بخشا ہے۔ کہ میں اور میری نسلیں اس کے شکریہ سے عاجز ہیں کیونکہ الحکم جماعت کی تربیت میں شان الوت و امیت رکھتا ہے۔ اور اس میں کیا شبہ ہے کہ اس کے ذریعہ سے کتنی روحوں نے سعادت کے چشمہ سے سیرابی حاصل کی۔ اور وہ دودھ۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر آسمان سے اترا تھا۔ وہ الحکم کے ذریعہ جماعت کے نشوونما کا ایک ذریعہ ہؤا۔ یہ میری کوئی خوبی نہ تھی۔ میرا کوئی عمل نہ تھا۔ وہ خدا جو امیوں میں ایک عظیم الشان نبی برپا کرتا ہے۔ (فداہ روحی) وہ خدا جو

آں مسیحا کہ بر افلاک مقامش گویند　لطف کردی کہ ازیں خاک نمایاں کردی

کی شان رکھتا ہے۔ اس نے ایک ذرہ بے مقدار اور ایک امی محض کو اس مسیحا کی خدمت کی توفیق دے دی۔ میں احباب جماعت سے پوچھنا چاہتا ہوں۔ کہ اگر آپ حضرت امیر المؤمنین کی اس قلبی تمنّا کا احترام کرتے ہیں۔ کہ

الحکم ظاہری صورت میں زندہ رہے

تو کیا تم اس خواہش کو پورا کرنے کے لئے اپنے چند سکوں سے مضائقہ کرتے ہو؟ میں ان دوستوں کے عذر کو تسلیم نہیں کرتا۔ جو کہتے ہیں۔ "باقاعدہ نہیں نکلتا" اس لئے کہ وہ سلسلہ کے روزانہ اخبار "الفضل" سے کیا سلوک کر رہے ہیں۔ اسکی دردناک اپیلیں ان پر اثر نہیں کرتی ہیں۔ سلسلہ کے رسالجات ریویو اردو انگریزی اور انگریزی اخبار سن رائز سے کیا سلوک ہے؟ پس میں اس قسم کے عذرات کو کبھی قدر کی نگاہ سے نہیں دیکھتا۔

الحکم اب تک جاری رہا۔ اور انشاء اللہ جاری رہے گا۔ تو ان مومنین کے تعاون سے جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آغوشِ سعادت میں تربیت پائی تھی۔ ان میں سے ایک نہایت پرانے رفیق (اللہ تعالےٰ ان کی عمر اور صحت اور ہمت میں برکت دے) مولوی عبدالرحمن صاحب امیر جماعت انبالہ ہیں۔ انہوں نے ہمیشہ کہا ہے۔ کہ

الحکم کا ایک پرچہ بھی سال میں کسی قیمت پر ملے۔ تو ہم اسکو بہترین بدل سمجھتے ہیں

وہ الحکم کی یاد اس کے مدیران کی کسی ذوقی خوبی اور زورِ قلم کی وجہ سے نہیں۔ (اگرچہ میں اسے تحدیث بالنعمت کے طور پر عرض کرتا ہوں۔ کہ حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ نے بارہا فرمایا۔ کہ مَیں صرف تین ایڈیٹروں کا قائل ہوں۔ چشتی صاحب یعقوب علی اور مولوی انشاء اللہ خاں اور حضرت مخدوم اور مولانا عبدالکریم صاحب رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کہ اگر میرا اخبار قادیان سے نکلتا ہوتا۔ اور الحکم کو شیخ یعقوب علی صاحب جس رنگ میں نکالتے ہیں۔ تو میں اپنا اخبار بند کر دیتا)

بلکہ صرف اسلئے کہ وہ **الحکم کو دیکھکر عصر سعادت کی صبح و شام کی یاد تازہ کرتے ہیں۔**

حضرت امیر المؤمنین نے ایک مرتبہ فرمایا۔ کہ اگر احباب تین تین سو خریدار نہ دیں گے۔ تو میں خزانہ انجمن سے اسکی قیمت دے دوں گا۔ (مفہوم حضرت امیر المؤمنین)

حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ نے اپنے آخری ایام میں الحکم کو اپنے ہونے والے جانشین کی تولیت میں دیا۔ انہوں نے انجمن کے سپرد نہیں کیا۔ اور اپنی ایک تقریر میں الحکم کے لئے چھ ہزار کی اپیل بھی کی۔ میں یہ باتیں اسلئے نہیں لکھ رہا ہوں۔ کہ میں کوئی خاص تحریک کرنا چاہتا ہوں۔ ہاں میرا مقصد یہ ہے۔ کہ

> آؤ ہم سب مل کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عہدِ سعادت کے سب سے پہلے علمبردار اور جس کو حضور ع نے ازراہِ کرم اپنا بازو قرار دیا۔ اور جس کے ظاہری صورت میں زندہ رہنے کی ہمارا اولوالعزم امام خواہش ظاہر کرتا　اسے ظاہری شکل میں زندہ رکھیں۔

دوستو! یاد رکھو تم اس راستہ میں کچھ خرچ کرکے نقصان نہیں اٹھاؤ گے۔ تم اپنی منتوں کا اجر پاؤ گے۔

آپ الحکم کی امداد کس طرح کر سکتے ہیں

اب یہ سوال ہے۔ کہ آپ الحکم کی امداد کس طرح کر سکتے ہیں۔ (۱) خود اس کے خریدار ہو کر قیمت بھیجدو (۲) آپ کے ذمہ جو بقایا ہے۔ اس کو تکلیف اٹھا کر بھی ادا کردو۔ (۳) الحکم کے کتب خانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرت۔ آپ کے مکتوبات اور قرآن مجید کے ترجمہ اور تفسیری نوٹوں کا جو ذخیرہ ہے۔ اسے خرید لو۔ الحکم اس وقت جاری رہا۔ جب جماعت غربا کی تھی۔ اور اسکی تعداد بہت ہی کم تھی۔ اب جبکہ تمہارے سالانہ بجٹ لاکھوں کے ہیں اور جماعت لاکھوں تک خدا کے فضل سے پہنچ گئی ہے۔

تم اپنے سب سے پہلے اخبار کو زندہ نہیں رکھ سکتے (بصورت ظاہر)

تنہائی میں سوچو۔ اپنے بستروں پر لیٹ کر سوچو۔ کہ کیا تمہارا کوئی فرض ہے؟

میں امید نہیں کرتا۔ کہ ایک قدیم خادم کی آواز صدا بصحرا ثابت ہو۔ اگر خدا نخواستہ ایسا ہؤا۔ تو میں یقین رکھتا ہوں۔

کہ وہ خدا جو پتھروں میں سے پانی کے چشمہ جاری کرتا اور پتھروں کے سنگریزوں کو جواہرات بنا دیتا ہے۔ وہ غیر معلوم اسباب سے میری مدد کریگا۔ سلسلہ کی پھیلی ہوئی **انجمنوں کی کثرت اگر ایک ایک اخبار خریدے** قومی حیثیت سے تو الحکم کے بقاء و استحکام کا موجب ہو سکتی ہے۔ مَیں ایک اور بات بھی کہنا چاہتا ہوں۔ کہ

الحکم کے ابتدا سے لیکر اب تک فائل موجود ہیں

جو تاریخ سلسلہ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ملفوظات۔ مکتوبات۔ الہامات کے امین ہیں۔ ہر ایک جماعت میں ایک ایک مکمل فائل رہنا چاہیئے۔ اگر **دو سو انجمنیں اور افراد** فائلوں کے اس سلسلہ کو خرید لیں۔ اور قیمت بھی قسط وار ادا کریں۔ تو مَیں خدا کے فضل و رحم پر بھروسہ کرکے کہہ سکتا ہوں۔ کہ

الحکم کے بقا و استحکام کا انتظام ہو سکتا ہے

مَیں دیکھوں گا۔ کہ احباب اسے کس نکتہ خیال سے پڑھتے ہیں۔ ان کے سامنے **چاندی کے چند سکوں** اور الحکم کے بقا کا سوال ہے۔ وہ جسے چاہیں۔ پسند کریں۔

من آنچہ شرط بلاغ است با تو میگویم
تو خواہ از سخنم پند گیر خواہ ملال

(خادم سلسلہ عرفانی کبیر)

(بقیہ مضمون صـ۳)

سے اس طرح دوڑنا شروع کر دیا۔ کہ اس دوڑ دھوپ کو دیکھ کر بازار میں مَیں نے خود کئی مخالفین کو یہ کہتے سنا۔ کہ یہ لوگ واقعی پروانوں کی طرح جان فدا کرتے ہیں۔ اسی موقعہ پر ایک دن حضور ع ریتی چھلہ میں بڑ کے درخت تلے کھڑے ہو گئے۔ اور احباب نے مصافحہ کرنا شروع کیا۔ اس وقت کسی نے اونچی آواز سے کہا۔ کہ رات کو کون بھوکا رہا۔ کیونکہ الہام ہؤا ہے۔ بھوکوں کو کھانا کھلاؤ۔ مگر کوئی سامنے نہ آیا۔ جب اس بات پہ زور دیا گیا۔ کہ درست واقعہ کو چھپانا ٹھیک نہیں۔ تو دو ایک زمیندار سامنے آئے۔ انہوں نے کہا۔ ہمیں گلہ نہیں۔ ہم چونکہ دیر سے آئے تھے اور لنگر خانہ بند ہو چکا تھا۔ اس لئے کھانا نہ مل سکا۔ یہ واقعہ جہاں تک میرے ذہن نے یاوری کی لکھ دیا ہے۔ مجھے تو اس وقت حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مصافحہ کرنے کی اس قدر تڑپ تھی۔ کہ کئی دفعہ ہجوم کو چیر کر اور لوگوں کی ٹانگوں میں سے گذر کر بھی مصافحہ کر لیتا تھا۔ اور اس پر بھی طبیعت سیر نہ ہوتی تھی۔

سیرت المہدی کا ایک ورق

روایات ڈاکٹر عمرالدین صاحب متوطن گجرات مقیم افریقہ

(بتوسط صیغہ تالیف و تصنیف قادیان دارالامان)

میں اس ملک افریقہ میں فروری سنہ ۱۹۰۰ء میں ڈاکٹر رحمت علی صاحب رضی اللہ عنہ۔ صوفی نبی بخش صاحب کو نٹنٹ اور ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کے زمانہ میں آیا۔ ڈاکٹر رحمت علی صاحب رضی اللہ عنہ کے اخلاق فاضلہ شفقت اور ہمدردی کو دیکھ کر کثرت سے لوگ سلسلہ حقہ احمدیہ میں شامل ہوئے۔ یہی وقت تھا۔ جبکہ ہادیٔ زمانہ کا پیغام میرے کانوں تک پہنچا۔ میں نے اپنی قسمت کے مقدمہ کو بارگاہِ ایزدی میں پیش کر دیا۔ اور نہایت تضرع۔ ہمت اور استقلال سے ہر روز تہجد میں دعا مانگنی شروع کی۔ کہ اے میرے پیارے رب اور غیب کے جاننے والے خدا۔ میری فریاد سُن۔ میری رہبری فرما۔ اور مجھے اس راستہ پر چلا۔ جو تیرے علم میں صحیح ہے۔ تاکہ میں کہیں راہِ ہدایت سے دور نہ پھینکا جاؤں۔ کیونکہ میں خود تو عاجز کمزور اور گنہگار اور کم علم ہوں۔ الحمد للہ کہ میرے مولیٰ نے میری فریاد سُن لی۔ اور پھر خوابوں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ مجھے نہایت صفائی سے خوابیں دکھلائی گئیں۔ جن کی بنا پر میں نے کریگو سٹیشن سے جو کسمو ضلع میں واقعہ ہے۔ اور جہاں کے ہسپتال کا میں انچارج تھا۔ ۳۰ جون سنہ ۱۹۰۵ء کو بذریعہ خط خدا کے پیارے محبوب کی (خدا کی ہزاروں ہزار رحمتیں آپ پر ہوں) بیعت کی۔ بس پھر کیا تھا۔ عبادت میں وہ لطف آنا شروع ہوا۔ کہ جو میرے وہم و گمان میں بھی نہ تھا۔ کیونکہ وہ فرشتوں کے نزول کا ایک زمانہ تھا۔ اور ہر ڈاک میں پیارے مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر تازہ وحی ہوتی۔ اور پوری ہوتی سُنی جاتی تھی۔ دل ہر وقت حضرت اقدس ؑ کی ملاقات کے لئے تڑپتا رہتا تھا اور حد سے بڑھ کر بیقراری شروع ہو گئی۔ آخر خدا خدا کر کے میری رخصت کا وقت قریب پہنچا۔ خدا نے میرے پیارے مسیح کے نذرانہ کی تحریک میرے دل میں ڈالی۔ میں نے چار شتر مرغ کے انڈے لے جانے کا ارادہ کیا۔ مجھے ان کے حاصل کرنے اور پرمٹ لینے کے لئے جرمن پورٹ سے کوشش کرنی پڑی۔ کیونکہ ایسٹ افریقہ سے اس کی اجازت نہ دی جاتی تھی۔

اکتوبر سنہ ۱۹۰۷ء کو میں اپنے وطن کے لئے روانہ ہوا۔ گجرات پہنچے پر میں نے اپنے والد صاحب (مرحوم) و بھائی صاحب (مرحوم) کو سلسلہ احمدیہ کا مخالف پایا۔ جن کے لئے ہر نماز میں رو رو کر دعائیں مانگتا رہا۔ آخر خدا نے میری مدد کی۔ اور میرے والد صاحب معہ چند اور دوستوں کے جلسہ سالانہ پر جانے کے لئے راضی ہو گئے۔

سنہ ۱۹۰۷ء کے جلسہ سالانہ پر جماعت گجرات کے ساتھ ہم قادیان شریف کی پیاری بستی میں جا پہنچے۔ میں نے قادیان میں پہنچتے ہی عجیب نظارہ دیکھا۔ کہ سب جماعتیں اور بڑی بڑی بزرگ ہستیاں حضرت اقدس ؑ کی ملاقات کے لئے سخت بیقرار اور ترس رہی ہیں۔ اور ملاقات کے لئے سرتوڑ کوشش کر رہی ہیں۔ یہ دیکھ کر میری حیرت اور فکر کی انتہا نہ رہی کیونکہ میں ایک مسافر کی حیثیت میں ایک دور دراز ملک سے تھوڑے عرصہ کے لئے گیا تھا۔ اور ملاقات کے لئے دو سال سے تڑپ رہا تھا۔ اور یہ میری دلی آرزو تھی۔ کہ حضرت اقدس ؑ کی ملاقات کا موقعہ تنہائی میں میسر آئے۔ جو بظاہر مشکل نظر آ رہا تھا۔

ہماری جماعتِ گجرات لنگر خانہ میں کھانا کھانے میں مصروف تھی۔ اور میں ملاقات کی فکر میں ادھر اُدھر ہاتھ پاؤں مارتے ہوئے مسجد مبارک کے نیچے والی گلی میں سے گزر رہا تھا کہ ایک بھائی کو اسی گلی میں سے چلتے ہوئے دیکھ کر کہا۔ میں ایک دور دراز ملک سے آیا ہوں۔ اور چاہتا ہوں۔ کہ حضرت اقدس ؑ سے تنہائی میں ملاقات ہو جائے۔ آپ مجھے کوئی طریقہ بتائیں۔ انہوں نے فرمایا۔ اس دروازہ میں سے ایک مائی بوڑھی حضرت اقدس ؑ کی خادمہ اکثر آتی جاتی ہے۔ اس سے کہیں۔ ابھی یہ بات ہو ہی رہی تھی۔ کہ وہ خادمہ نظر آ گئی۔ میں دوڑ کر گیا اور اسے کہا۔ مائی جی میں بہت دُور کے ملک سے آیا ہوں۔ اور حضرت اقدس ؑ کی تنہائی میں ملاقات کا شائق ہوں۔ مہربانی ہو گی۔ اگر حضور علیہ السلام کی خدمت میں مجھ مسافر کا پیغام پہنچا دیں۔ مائی صاحبہ نے بڑی شفقت اور خوشی سے کہا۔ کہ ذرا ٹھہرو۔ میں آتی ہوں۔ وہ جا کر معاً واپس آ گئی۔ اور خوشخبری سنائی۔ کہ تمہاری مراد پوری ہو گئی۔ حضرت اقدس ؑ نے فرمایا ہے۔ کہ اوپر آ جائیں۔ میں ان چند غیر احمدی دوستوں کو بھی جو میرے ساتھ آئے تھے۔ بلا کر لے آیا۔ اور جونہی ہم اوپر گئے۔ اور صحن میں کھڑے ہی ہوئے تھے کہ کھڑکی کا دروازہ کھلا۔ اور حضرت اقدس ؑ نے باہر آتے ہی السلام علیکم کہا۔ افسوس کہ پہلے ہمیں السلام علیکم کہنے کا موقعہ نہ مل سکا۔ میرے والد صاحب مرحوم باوجود مخالف ہونے کے حضور کے قدموں میں گر پڑے۔ مگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ازراہ کرم اپنے دستِ مبارک سے ان کے سر کو اٹھا کر کہا۔ سجدہ کے لائق ذات باری ہی ہے۔ اس کے بعد عاجز نے شتر مرغ کے چار انڈے بطور نذرانہ پیش کئے۔ حضور نے ازراہِ کرم قبول فرمائے۔ اور نہایت شفقت اور محبت سے میرے افریقہ میں رہنے اور سفر کے دیگر کوائف دریافت کئے۔ اور میرا ہاتھ اپنے دستِ مبارک میں لے کر فرمایا۔ کہ اس دنیا سے دل نہیں لگانا چاہیئے۔ اور یہ کہ اپنے آپ کو اس مسافر کی حیثیت میں سمجھنا چاہیئے۔ جو کسی مسافر خانہ میں ٹکٹ لیکر گاڑی کا انتظار کر رہا ہو۔ اور مجھے کثرت سے استغفار پڑھنے کی بھی حضور ؑ نے تاکید فرمائی۔ اور یہ بھی ارشاد فرمایا۔ کہ باقاعدہ خطوں میں دعا کے لئے لکھتے رہو۔

پھر حضور ؑ نے میرے والد صاحب کی معہ دو تین اور غیر احمدیوں کی جو میرے ہمراہ تھے بیعت لی۔ ازاں بعد حضور ؑ نے اس قدر تڑپ اور سوز کے ساتھ ہمارے لئے دعا فرمائی۔ کہ حضور ؑ کی آنکھیں پُرآب ہو گئیں۔ اور ہمارے لئے بھی آنسوؤں کا روکنا محال ہو گیا۔ دل اسقدر نرم اور گداز تھا۔ کہ اس کی کیفیت بیان سے باہر ہے۔ آج بھی وہ نظارہ میری آنکھوں کے سامنے موجود ہے۔ حضور ؑ کے دستِ مبارک میں ہاتھ دینا۔ حضور کا نورانی چہرہ دیکھنا۔ حضور کی شفقت بھری شرمیلی آنکھوں کا پُرآب ہونا۔ اور مجھ عاجز کمزور گنہگار کے لئے ہدایت استغفار فرمانا۔ اور بار بار دعا کے لئے لکھنے کی ہدایت فرمانا۔ آہ جس وقت بھی وہ سماں یاد آتا ہے۔ طبیعت پر بجلی کا اثر ہو کر آنسوؤں کا تار بندھ جاتا ہے۔ کیا وہ مبارک زمانہ تھا۔ مخالفت کے بڑے بڑے پہاڑوں کو خدا کے پیارے نبی کی دعاؤں سے اڑتے دیکھنے کا نظارہ اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ الغرض بیعت اور دعا کے بعد حضور نے مصافحہ سے سرفراز فرمایا۔ اور اجازت بخشی۔ جب جماعت گجرات کے احباب نے معہ نواب خاں صاحب تحصیلدار ہماری اس ملاقات کا حال سُنا۔ تو رشک سے کہنے لگے۔ کہ ہمیں ساتھ کیوں نہ لے گئے۔

انہی ایام جلسہ میں حضرت اقدس کی تقریر مسجد اقصیٰ میں سورۂ فاتحہ پر سُننے کا فخر حاصل ہوا۔ حضور ؑ نے چار صفات الٰہیہ کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ عرش معلّٰے تو ایک وراء الوراء مقام کا نام ہے۔ اور یہی چار صفات الٰہیہ ہیں۔ جو عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں۔

اس موقعہ پر حضور ؑ نے فرمایا۔ کہ آپ سب لوگ میرے رب کی طرف سے ایک نشان ہیں۔ کیونکہ میرے رب نے مجھے الہاماً فرمایا تھا۔ کہ دُور دُور سے لوگ تحفہ تحائف لے کر تیرے پاس آئیں گے۔ پس آپ خود غور کریں۔ کہ کہاں کہاں سے آپ لوگ آئے۔ میں نے جب غور کیا۔ تو پیارے نبی کے الہام کو اپنے وجود میں ثابت ہوتے ہوئے پایا۔ دوران تقریر میں ہاتھ اٹھا کر ارد گرد کی چھتوں پر بیٹھے لوگوں کی طرف (جن میں غیر مسلم مستورات بھی تھیں) فرمایا۔ غالباً وہ ڈپٹیوں کے مکانوں کی چھت تھی۔ جو اب خدا کے فضل و کرم سے صدر انجمن احمدیہ کے قبضہ میں ہے۔ ان لوگوں سے پوچھو۔ کہ کیا میرے رب نے مجھے پیش از وقت اطلاع نہ دی تھی۔ کہ لوگ جوق در جوق آئیں گے۔ اس پر کئی مردوں اور عورتوں کو سر ہلاتے اور کہتے سنا۔ کہ ہاں یہ سچ کہتے ہیں۔ شاید اسی دن ہمارے کانوں تک یہ آواز پہنچی۔ کہ پچھلے پہر حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کی تقریر سکول کے صحن میں ہو گی۔ ہم بھاگے بھاگے تقریر سُننے کے لئے گئے۔ حضور کی عمر اس وقت شاید ۱۶ یا ۱۷ برس کی تھی۔ حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کی زیرِ صدارت حضرت صاحبزادہ صاحب نے تقریر کی۔ یہ پُر تاثیر تقریر حقائق و معارف کا خزانہ تھی۔ اور اس قدر دینی جوش اور ولولہ کے ساتھ کی گئی تھی۔ کہ سامعین پر اس کی سحر کاری کا بے حد اثر تھا۔ خود حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ نے بھی حضرت صاحبزادہ صاحب کو نہایت محبت اور پیار سے بٹھاتے ہوئے اپنی خوشنودی کا اظہار بہت سے تعریفی الفاظ میں کیا۔

ایک اور واقعہ کا اظہار بھی ضروری ہے۔ سنہ ۱۹۰۷ء کے جلسہ سالانہ پر گو احباب کی وہ کثرت تو نہ تھی۔ جو آج کل کے جلسوں میں نظر آتی ہے۔ لیکن اس موقعہ پر جس قدر بھی احباب آئے ہوئے تھے۔ وہ قادیان کے گلی کوچوں میں چل پھر کر پروانہ وار اپنی محبت اور عشق کا اظہار کر رہے تھے۔ کیونکہ کئی دفعہ ایسا ہوتا تھا۔ کہ خبر سُنی گئی۔ کہ حضرت اقدس باغ کی طرف نکلے ہیں۔ احباب ملاقات اور زیارت اور مصافحہ میں سبقت لے جانے کی خاطر اس طرف دوڑ پڑے۔ اور جب وہاں جا کر معلوم ہوا۔ کہ حضور ریتی چھلہ کی طرف گئے ہیں۔ تو پھر بازار میں ۴۵

(بقیہ ملاحظہ ہو صفحہ ۳ کالم ۲ کے نیچے)

میں احمدی کیونکر ہؤا؟

منشی تصدق حسین صاحب منشی وکیل مقیم سرگودھا کا بیان

جناب چودھری فضل احمد صاحب اے۔ ڈی۔ آئی مدارس کیمبل پور نے بعض صحابہ رضؓ کے احمدی ہونے کے حالات ان سے پوچھ کر جمع کئے تھے۔ ان میں سے بعض کے حالات تو الحکم کے گذشتہ سال کے پرچوں میں چھپ چکے ہیں۔ اور بعض آئندہ شائع ہو سکیں گے۔ آج کی اشاعت میں منشی تصدق حسین صاحب کا بیان جو چودھری صاحب نے قلمبند کیا۔ شائع کیا جاتا ہے۔ (ایڈیٹر)

آج بتاریخ ۳۰ مارچ ۱۹۲۳ء بروز جمعہ بوقت ۲½ بجے بعد دوپہر بر مکان خاکسار واقع ۱۶ بلاک سرگودھا بموجودگی جناب مولوی غلام نبی صاحب احمدی اور مینٹل ٹیچر گورنمنٹ ہائی سکول سرگودھا نیازمند نے بھائی تصدق حسین صاحب احمدی منشی وکیل سکنہ موضع بھجن ضلع شاہ پور و حال مقیم سرگودھا سے پوچھا۔ آپ کس طرح احمدی ہوئے۔ اس سوال کے جواب میں ان کا بیان یہ تھا:۔

"کہ میرے والد بزرگوار حضرت مولوی نور الدین صاحب (خلیفۃ المسیح اول رضؓ) کے نارمل سکول راولپنڈی کے ہم جماعت تھے۔ نیز ان کے ساتھ ایک دُور کے رشتہ کا تعلق بھی تھا۔ مجھے چچا بزرگوار نے تعلیم حاصل کرنے کے لئے ان کے پاس جموں بھیجا۔ اسی وقت جناب مکرم مولوی صاحب مرحوم و مغفور احمدی تھے لیکن ہجرت کر کے ابھی قادیان نہیں آئے تھے۔ میں سیالکوٹ پہنچا۔ تو سنا کہ مرزا صاحب وہاں ہیں۔ جس سے میں پوچھوں بجائے آپ کی جگہ رہائش بتانے کے بدگوئی کرے۔ آخر میں نے مولا بخش بوٹ فروش سکنہ سیالکوٹ جو اب پیامی ہے۔ اس سے میں نے پوچھا۔ کیونکہ اس کے چہرے سے شرافت ٹپک رہی تھی۔ اور مجھے امید تھی۔ کہ وہ بتادیگا۔ اس نے مجھے دوکان کے اندر بلا لیا۔ اور پوچھا۔ کہاں سے آئے ہو۔ پھر اس نے مجھے بتایا۔ کہ بازار میں سیدھے فلاں جانب چلے جاؤ۔ اور پھر فلاں گلی میں مُڑ جاؤ۔ اور فلاں نالہ گلی میں ایک مسجد ہے۔ وہاں (حضرت اقدس) 'مرزا صاحب' اور بہت مخلوق نظر آئیگی۔ میں گیا۔ تو دیکھا۔ حضرت اقدس ؑ مسجد کے ایک دروازے میں شرق کی طرف مُنہ کر کے تشریف رکھے ہوئے تھے۔ اور حاضرین کافی تعداد میں سامنے بیٹھے ہوئے تھے۔ مگر یہ اوائل کا زمانہ تھا۔ اس وقت عوام دیواروں پر سے اور مکانوں کی چھتوں پر سے تماشا بینی کے طور پر جھانکا کرتے تھے۔ اور گالی گلوچ اور پتھر برسایا کرتے تھے۔ میں نے دیکھا کہ مجلس میں حضرت اقدس ؑ کے سامنے مولوی عبد الکریم صاحب سیالکوٹی بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کو میں نے پہچان لیا۔ پہلی دفعہ میں نے ان کو بھیرہ میں دیکھا تھا جبکہ حضرت حکیم الامۃ مولوی نور الدین صاحب (خلیفۃ المسیح اولؓ) کی صاحبزادی کی شادی مولوی عبد اللہ صاحب غزنوی کے لڑکے عبد الواحد سے ہوئی تھی۔ میں نے ایک آدمی کو کہا۔ کہ مولوی صاحب کو میری طرف بھیجو۔ مولوی صاحب یعنی مولوی عبد الکریم صاحب مجلس میں سے اٹھ کر میری جانب تشریف لائے۔ وہ مجھ کو نہ پہچان سکے لیکن میں نے اپنی پہچان خود کرائی۔ اور بتایا کہ میں شیر محمد صاحب احمدی از بھجن کا بھتیجا ہوں۔ اس پر جناب مولوی صاحب میری درخواست کے ماتحت حضرت اقدس کے سامنے مجھے لے گئے۔ اور میں نے آپکے سامنے قبلہ رخ بیٹھ کر مصافحہ کیا۔ مولوی صاحب موصوف نے عرض کی۔ کہ یہ بھائی شیر محمدؐ صاحب سکنہ بھجن ضلع شاہ پور کے بھتیجے ہیں۔ اس پر حضرت اقدس ؑ نے فرمایا۔ کیا آپ شیر محمدؐ صاحب کو جانتے ہیں۔ جناب مولوی صاحب نے فرمایا۔ حضور جانتا ہوں۔ فرمایا۔ "وہ بہت نیک اور صالح آدمی ہیں"۔ اسکو دو دفعہ کہا۔ اور پھر تقریر شروع فرمائی۔ میں ایک رومال میں کچھ پھل ہمراہ لے گیا ہؤا تھا۔ جو میں نے حضور ؑ کے سامنے رکھے ہوئے تھے۔ دوران تقریر میں مجھے خیال آیا۔ کہ میں نے یہ غریبانہ ہدیہ پیش کیا ہے۔ اسکو آپ نے کیوں اٹھایا نہیں۔ شاید میں بہت گنہگار ہوں۔ اور میرا ناچیز ہدیہ اٹھانا پسند نہیں فرماتے۔ جونہی میرے دل میں یہ خیال گزرا۔ حضرت اقدس ؑ نے فوراً اس رومال کو اٹھا لیا۔ اور اسی وقت تقریر کے دوران میں ہی ایک آدمی کو دے دیا۔ کہ لے جاؤ۔ اور پھر تقریر جاری کردی۔ میں نے بیعت کی دو دفعہ درخواست کی۔ ہر بار یہ جواب آتا۔ کہ ابھی ٹھہرو۔ تیسری دفعہ شاید دوسرے تیسرے روز میں نے بیعت کی۔ اس وقت میں اکیلا بیعت کر رہا تھا۔ سیالکوٹ میں کل نو یوم قریب ٹھہرا۔ یہ وقت ملاقات وہ تھا۔ جبکہ حضور مشہور لیکچر سیالکوٹ سے پہلے وہاں تشریف لے گئے تھے۔ سیالکوٹ سے میں جموں پہنچا۔ تو معلوم ہؤا۔ کہ جناب مولوی نور الدین صاحب مہاراجہ کے ساتھ پنجاب کے کسی اور حصہ میں گئے ہوئے تھے۔ چند یوم کو تشریف لے آئے۔ اور پھر لاہور سے آپ کو تار گیا۔ جو مہاراجہ صاحب کی طرف سے تھا۔ اسکی تعمیل میں آپ میرا کرایہ اپنے ایک شاگرد کو دیکر لاہور کو تشریف لے آئے۔ میں نے بھی کرایہ لیا۔ اور لاہور کو آیا۔ وہاں آپ نے مجھ سے پوچھا۔ اب کدھر جانے کا ارادہ ہے۔ میں نے عرض کی۔ فیروز پور کا۔ آپ نے مجھے کرایہ دیا۔ اور میں ادھر چل دیا۔ پھر تعلیم کا خیال چھوڑ دیا۔

میں حضرت اقدس ؑ کے لیکچر سیالکوٹ کے وقت بھی موجود تھا۔ لیکچر چھپا ہؤا تھا۔ اور حضرت مولوی عبد الکریم صاحب نے پڑھا۔ اور حضرت اقدس ؑ نے زبانی بھی کچھ تقریر فرمائی۔ لاہور میں بھی میں نے حضرت اقدس ؑ کا ایک لیکچر سنا۔ اس وقت میرے والد بزرگوار میرے ساتھ تھے۔ لیکچر بریڈ لا ہال میں ہؤا تھا۔ لوگ رات کو ہی لیکچر ہال میں چلے گئے تھے۔ تاکہ جگہ لے لیویں۔ میں اور میرے والد بزرگوار بھی سحری کے وقت جگہ لینے کو چلے گئے۔ صبح کو حضرت اقدس ؑ کا طلوع آفتاب کے وقت لیکچر شروع ہونا تھا۔ بہت مخلوق اور ہر ایک مذہب کی جمع ہوئی۔ حضرت اقدس ؑ بند بگھی میں تشریف لائے۔ جس کے آگے دو گھوڑے جتے ہوئے تھے۔ اور ان گھوڑوں کے آگے دو انگریز افسر گھوڑوں پر سوار آگے آگے جا رہے تھے۔ یہ پولیس کپتان تھے۔ ان کے علاوہ دائیں بائیں اور پیچھے دیگر پولیس کے افسر سب انسپکٹر حوالدار وغیرہ گھوڑوں پر سوار ساتھ ساتھ گھوڑے دوڑا رہے تھے۔ اس موقعہ پر بھی لیکچر چھپا ہؤا تھا۔ جو حضرت مولوی عبد الکریم صاحب نے پڑھا۔ میز کے ساتھ پہلو بہ پہلو حضرت اقدس ؑ و مولوی عبد الکریم صاحب و حضرت مولوی نور الدین صاحب (خلیفۃ المسیح اول رضؓ) پہلو بہ پہلو کرسیوں پر تشریف فرما تھے۔ حضرت اقدس ؑ درمیان میں۔ اور حضرت مولوی نور الدین صاحب رضؓ آپ کے دائیں ہاتھ۔ اور حضرت مولوی عبد الکریم صاحب آپ کے بائیں ہاتھ۔ جب تقریر ختم ہو رہی تھی۔ تو تمام لوگ پنسلوں سے نوٹ کرتے دکھائی دیتے تھے۔ اور جب ختم ہوئی۔ تو سب نے ایک دوسرے کے ساتھ باتیں کرنی شروع کیں۔ ایک آدمی نے کھڑے ہو کر حضرت اقدس ؑ سے درخواست کی۔ کہ آپ زبانی بھی کچھ فرماویں۔ اس پر حضرت اقدس ؑ کھڑے ہو گئے۔ اور لوگوں کا شور بند نہ ہؤا۔ باتیں جاری تھیں۔ پولیس کپتان جو انگریز تھا۔ اپنی ٹوپی اتار کر لوگوں کے سروں پر مارتا کہ چپ کریں۔ مگر نہ کئے۔ حضرت اقدس ؑ نے مولوی عبد الکریم صاحب کو فرمایا۔ کہ آپ قرآن مجید پڑھیں۔ سبحان اللہ اس مرد خدا نے بیٹھے بیٹھے ہی جب اعوذ پڑھی۔ تو سب لوگ چپ ہو گئے۔ حضرت مولوی عبد الکریم صاحب پر قرآن مجید پڑھنا ختم تھا۔ اس موقعہ پر حضرت اقدس میاں چراغ الدین صاحب کے مکان پر اترے ہوئے تھے۔ اور اسکے ساتھ کے مکان پر شام کے وقت چھت کے اوپر نماز ہونے لگی۔ تو ہر چند عوام سے جو تماشا بین اور بدمعاش سڑک پر جمع تھے۔ درخواست کی گئی۔ کہ چپ رہیں۔ اور نماز پڑھ لینے دیں۔ مگر انہوں نے ایک نہ سُنی اور شور مچاتے رہے۔ مولوی عبد الکریم صاحب نے فرمایا۔ تکبیر کہو۔ تکبیر کہی گئی۔ اور جب آپ نے بسم اللہ الرحمن الرحیم کہا۔ تو سبحان اللہ۔ ایسی سریلی آواز کے ساتھ۔ کہ سب شریر چپ ہو گئے۔ حضرت اقدس ؑ کے اس لیکچر لاہور کے وقت دو تین مخالف مولوی بازاروں اور اسٹیشنوں پر منادی کرتے کراتے رہے۔ کہ کوئی شخص لیکچر سُننے نہ جاوے۔ جو جاویگا۔ وہ کافر ہو جاوے گا۔ اور اسی طرح جب حضرت اقدس ؑ کا لیکچر سیالکوٹ میں ہؤا۔ (جس کا اشارہ اوپر کیا گیا ہے) اس وقت بھی شریروں نے بہت کوشش کی۔ کہ لیکچر سُننے کوئی نہ جاوے۔ اس میں بھی میں موجود تھا۔ جموں کے مہاراجہ کی سرائے کے اندر ہؤا تھا۔ اور حضرت اقدس ؑ اس وقت بھی بند بگھی میں اپنی فرودگاہ سے سرائے تک تشریف لائے۔ لیکن اس وقت میں نے آپ کو تشریف لاتے نہ دیکھا۔ کیونکہ سرائے کے اندر بیٹھا تھا۔ ہاں لاہور میں آپ کو بند بگھی میں تشریف لاتے ہوئے اپنی آنکھوں دیکھا۔ اس سرائے کے باہر دروازے کے پاس مخالف مولویوں نے ایک خیمہ لگا رکھا تھا۔ جس میں وہ بھی لیکچر کر رہے تھے۔ تاکہ حضرت اقدس ؑ کی تقریر کے اثر کو زائل کریں۔ اور شور مچا مچا کر لوگوں کو اندر داخل ہونے سے روکتے تھے۔ اور کہتے تھے۔ کہ جو اندر جائے گا۔ اس کا نکاح ٹوٹ جائیگا۔ اور وہ کافر ہو جاویگا۔ پولیس کپتان عیسائی تھا۔ وہ کہتا کہ عجیب بات ہے۔ کہ یہ شخص یعنی حضرت اقدس ؑ ہمارے برخلاف اور اسلام کی تائید میں لیکچر دے رہا ہے۔ اور ہم تو عیسائی ہو کر اسکی حفاظت کر رہے ہیں۔ اور یہ مولوی مسلمان کہلا کر لیکچر سُننے سے لوگوں کو روکتا ہے۔ اور مخالفت کرتا ہے۔ اس موقعہ پر بھی تقریر حضرت مولوی عبد الکریم صاحب نے پڑھی تھی۔ جو بالکل گیلی گیلی چھپی ہوئی لوگوں میں تقسیم کی گئی تھی۔"

سُنکر صحیح تسلیم کرتا ہوں۔ تصدق حسین ولد منشی غلام نبی صاحب مرحوم احمدی قوم رانجھ سکنہ بھجن تحصیل بھیرہ ضلع شاہ پور بقلم خود۔ فضل احمد احمدی بی۔ اے آنرس بی۔ ٹی انگلش ماسٹر گورنمنٹ ہائی سکول سرگودھا بقلم خود۔

شذرات

عزیز محمدؐ زمان صاحب عباسی کی تقریب نکاح

ہم کو اس امر کی بڑی خوشی ہے۔ کہ عزیز محمدؐ زمان صاحب عباسی جو ایک نیک طبع اور پرانے مخلص احمدی صحابی حکیم احمدؐ زمان صاحب مرحوم و مغفور کے فرزند ہیں۔ کے نکاح کی تقریب گذشتہ ایام میں ڈاکٹر رحیم بخش صاحب پنشنر کی صاحبزادی سے عمل میں آئی۔

خطبہ نکاح حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے پڑھا تھا۔ حکیم صاحب مرحوم بہت مدت ہوئی۔ جبکہ اس دار الفناء سے دار البقا کو سدھار گئے۔ عزیز احمدؐ زمان ان کا اکلوتا بیٹا ہے۔ حکیم صاحب اگر آج زندہ ہوتے۔ تو یہ تقریب ان کے لئے بڑی مسرت اور شادمانی کی تقریب ہوتی۔ تاہم ہم اپنے ایک مخلص اور بزرگ بھائی کے بیٹے کی خوشی میں شریک ہوتے ہوئے اسے اور اسکی والدہ محترمہ اور خاندان کے دیگر افراد کو ہدیۂ تبریک پیش کرتے ہیں۔ اور دعا کرتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ اس تعلق کو جانبین کے لئے مبارک فرمائے (ایڈیٹر)

میرا سفر حیدرآباد دکن

میں تقریباً ہر سال حیدرآباد دکن جایا کرتا تھا۔ مگر گذشتہ سال کا ۲۸ ستمبر مجھے کبھی نہیں بھولے گا۔ جبکہ میں اپنے لخت جگر محبوب احمدؐ عرفانی کی علالت کی خبر پر اسے دیکھنے کے لئے گیا۔ اسے ٹائیفائڈ تھا۔ میرا دل دھڑک رہا تھا اور راستہ میں اپنے مولیٰ کے حضور تضرع سے دعائیں کرتا ہوا جارہا تھا۔ ۲۸ کی صبح کو میں سکندرآباد کے اسٹیشن پر پہنچا۔ اور اسی دن تقریباً ایک بجے کے قریب میرا محبوب میرا لختِ جگر میری آنکھوں کے سامنے مجھ سے اور اپنے سارے خاندان سے ہمیشہ کے لئے جدا ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

محبوب احمدؐ بہت نیک بہت ہوشیار اور بڑا سمجھدار بچہ تھا۔ اسکی موت نے میری امید دل کی عمارت توڑ پھوڑ کر رکھ دی۔ میں جو سالہا سال کا مریض تھا۔ میں نے خدا کے لئے صبر کیا۔ اور اپنی کمر ہمت کو باندھنے کی کوشش کی۔ لیکن باوجود صبر کے جب حیدرآباد کی اس گھڑی کی یاد آتی ہے۔ میرا دل دھڑکنے لگتا ہے۔ اور مجھے وحشت ہونے لگتی ہے۔ اس سال میرا وہاں جانے کا قطعاً ارادہ نہ تھا۔ ویسے طبیعت بھی کمزور ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ایسے حالات پیدا کردئیے کہ مجھے پھر حیدرآباد جانا پڑگیا۔ اور میں ۱۵ جون کو اس غرض کے لئے حیدرآباد کو روانہ ہورہا ہوں میری طبیعت کمزور ہے سفر کے قابل نہیں ہوں۔ لیکن جارہا ہوں احباب سے درخواست دعا ہے۔ وہ دعا فرمائیں۔ کہ اللہ تعالےٰ خیریت سے لے جائے۔ اور خیریت سے واپس لائے۔

عزیزی محبوب احمدؐ عرفانی کے حالات زندگی میں انشاء اللہ کسی دوسرے وقت لکھوں گا۔ تاکہ اس اچھے بچے کا ذکر باقی رہ سکے۔ اور اسکی اچھی باتیں دوسرے بچوں کے لئے سبق بن سکیں۔ وباللہ التوفیق۔ (محمود احمد عرفانی)

الحکم کی اشاعت کے متعلق

سردست یہی تجویز ہے۔ کہ الحکم ماہواری طور پر نکلے۔ جو چار نمبروں کا مجموعہ سمجھا جائے۔ صفحات کتنے ہونگے اور تاریخ کونسی ہوگی۔ ان امور کے متعلق ابھی کچھ نہیں کہا جاسکتا ہے۔ سردست اس قدر کوشش وسعی ہے۔ کہ پرچہ زندہ رہے۔

لوائے مدینہ

احمدیہ جھنڈے کو دیکھکر

رہے لب پہ یارب ثنائے مدینہ
بنادے مجھے تُو گدائے مدینہ

جنہوں نے بسایا تھا کعبہ کو بیشک
تھے شاہوں سے بڑھکر گدائے مدینہ

وہ شام وسحر کے اذانوں کے نعرے
ہے کس درجہ دلکش صدائے مدینہ

ہو صَلِّ علیٰ احمدؐ ورد میرا
میرا دل ہو اور ہو ہوائے مدینہ

بھرا جس نے دنیا کو امن واماں سے
وہ جاں بخش تھی اِک ندائے مدینہ

تجلی یہ ہے جس کی اب قادیاں میں
ہے وہ بعثتِ ثانیائے مدینہ

جھکیں اس پہ گردن کشوں کی جبینیں
کشش رکھتی ہے ایسی جائے مدینہ

ہے نغموں میں فردوس کے طائروں کے
جو پہلے سُنی تھی نوائے مدینہ

کیا تازہ آئینِ مہر و وفا پھر
اٹھی قادیاں سے صلائے مدینہ

ہو اسلام کو غلبہ یارب دوبارہ
بلند ہر طرف ہو لوائے مدینہ

مٹے ظلمت کفر ہوں نور افشاں
زمانہ میں پھر کوچہ ہائے مدینہ

مجھے رکھنا یارب تُو اہلِ وفا میں
رگ وپے میں میرے سمائے مدینہ
(آمین)

خاکسار عبدالحکیم احمدی ہیڈ کوارٹر رائل ایئرفورس۔ نئی دہلی۔

اور نکل سکے۔ روپیہ وصول ہونے پر حالات کی ذرا سی بھی بہتری کی صورت میں اس میں زیادہ تنظیم پیدا ہوسکے گی۔

اس وقت احباب سے یہی درخواست ہے۔ کہ جتنے صفحے کا پرچہ بھی نکلے۔ اسے قبول فرماکر ممنون فرمائیں۔

میں اگرچہ کچھ عرصہ کے لئے باہر جارہا ہوں۔ مگر پرچہ نکلتا رہیگا انشاء اللہ تعالیٰ۔

احباب کے ذمہ بقایا ہے۔ خدا کے لئے وہ اپنے بقائے ادا فرماکر الحکم کو زندہ رکھنے میں ہماری مدد فرمائیں۔ (ایڈیٹر)

خواجہ عبدالرحمٰن مرحوم

اخبار الفضل کے بہت پرانے کارکن خواجہ عبدالرحمٰن صاحب گذشتہ ماہ فوت ہوگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ الفضل کی انہوں نے بہت لمبا عرصہ خدمت کی ہے مگر ان کو الحکم سے بھی ایک تعلق تھا۔ ابتدائے زمانہ میں جب خواجہ عبدالرحمٰن صاحب اور ان کے والد بزرگوار منشی شادی خاں صاحب مرحوم جب ہجرت کرکے قادیان آئے۔ تو اس زمانہ میں دونوں باپ بیٹا دفتر الحکم میں بطور کارکن شریک ہوئے۔ الحکم رجسٹروں میں کئی جگہ منشی شادی خاں صاحب مرحوم کے آج بھی دستخط موجود ہیں۔ اور کئی کتابوں کی مسلیں آج تک خواجہ عبدالرحمٰن صاحب کے ہاتھ کی اٹھائی ملائی رکھی ہیں۔ اس لحاظ سے خواجہ عبدالرحمٰن صاحب مرحوم کی وفات کا ہم کو بھی شدید صدمہ ہے۔ اور ہم سمجھتے ہیں۔ کہ الحکم کا ایک پرانا کارکن چل بسا۔ ہماری دعا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت میں اعلیٰ مقام پر فائز فرمائے۔

مرحوم میں بعض اعلےٰ صفات تھیں۔ جن میں سے ایک یہ تھی۔ کہ وہ ہر تحریک پر بخندہ پیشانی چندہ دیا کرتے تھے۔ میں ذاتی طور پر نیشنل لیگ کے زمانے میں ان کی اس عادت کا واقف تھا۔ دوسرے غرباء سے بڑی ہمدردی رکھتے تھے۔ افسوس کہ مرحوم کی کوئی اولاد نہ تھی۔

الحکم کے متعلق حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ کا ارشاد مبارک

وہ احباب جو الحکم کے معاملہ میں بے پرواہی یا عدم توجہی کا برتاؤ کرتے ہیں۔ وہ حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے اس ارشاد کو غور سے پڑھیں جو حضور نے اس سالانہ جلسہ پر اخبارات سلسلہ کی سفارش فرماتے ہوئے الحکم کے متعلق فرمایا۔ مجھے یقین ہے کہ مخلصین سلسلہ حضرت امام کی آواز پر الحکم کو جاری رکھنے کے لئے چند سکوں کی قربانی کرنے سے دریغ نہ فرمائیں گے۔ (ایڈیٹر)

حضور نے فرمایا۔ ”الحکم پھر جاری ہوا ہے۔ پہلے بھی ہوتا رہا ہے۔ مگر پھر معلوم نہیں کہ کیوں سوجاتا ہے۔ شیخ یعقوب علی صاحب میرے استاد ہیں۔ اسلئے مرنے کا لفظ استعمال کرتے ہوئے مجھے دکھ ہوتا ہے۔ اور اسلئے میں نے سوجاتا ہے کہا ہے۔ وہ اسے جگاتے ہیں۔ مگر پھر سو جاتا ہے۔

بہرحال یہ اخبار پرانا اخبار ہے۔ اور اس نے ابتدائی زمانے میں ایسی خدمت کی ہے کہ جماعت اس کا بدلہ نہیں اتار سکتی۔ سلسلہ کی بہت سی تاریخ اس کی وجہ سے محفوظ ہے۔ اور اگر دوست اسکی پرانی خدمات کی وجہ سے ہی اسکی مدد کردیا کریں۔ تو یہ بھی اچھی بات ہے۔ اور ممکن ہے کہ اس طرح وہ بھی چل نکلے۔

آخر جب ماں باپ بوڑھے ہوجائیں۔ تو ان کی خدمت بھی تو انسان

[illegible]

ہو کرتا ہے۔ حالانکہ وہ کوئی کام وغیرہ نہیں کرسکتے۔ مگر خدمت پھر [illegible]

مذاکرہ علمیہ

روحانی و جسمانی سلطنت از روئے بائیبل

یہ بات ہر کہ و مہ پر روشن ہے۔ کہ یہودی لوگ شروع سے اور بالخصوص جناب موسیٰؑ کے بعد سے یہ امید لگائے بیٹھے ہیں۔ کہ ایک آخری مسیح یہود کی قوم میں سے پیدا ہو کر یہود کی سلطنت جسمانی تمام روئے زمین پر قائم کرے گا۔ چنانچہ علاوہ خانگی عبادات کے وہ ہیکل مقدس Heaven ہیکل مقدس عمارت کے عین صحن یا سجدہ گاہ میں عیدین کے موقعہ پر مسیح اور ایلیاہ کے لئے ایک خالی جگہ چھوڑا کرتے تھے۔ اور آج تک اپنی عبادت گاہ کے خاص مقدس مقام پر بھی اسی طرح مسیح و ایلیاہ کے لئے خالی جگہ چھوڑتے ہیں۔

مسیح یا یسوع ناصری نے جب اپنی دیہاتی زندگی کو ترک کرکے منادی شروع کی۔ اور بالفاظ متی انجیل نویس۱؎ کے یہ کہنا شروع کیا۔ کہ "توبہ کرو اور آسمان کی بادشاہت" اور یہ کہ میری بادشاہت زمین کی نہیں۔ اگر زمین کی ہوتی۔ تو میرے شاگرد تلوار چلاتے۔ تو یہود کی ناامیدی کی حد نہ رہی۔

مسیح ناصری نے صاف کہہ دیا۔ کہ میری بادشاہت روحانی ہے۔ اور لفظ روحانی جو روح کے لفظ کے ساتھ یائے نسبتی لگا کر بنایا گیا ہے۔ عبرانی لفظ رواح اور یونانی prennia اور لاطینی لفظ Spunetus۔ اور عربی روح جو اردو میں بھی مستعمل ہے۔ تمام کے تمام ہوا یا سانس کے معانی میں یونانی بائیبل میں مستعمل ہوئی ہیں۔ یہود نے اس سلطنت کو ہوائی سمجھ کر ہرگز التفات نہ کی۔ اور مسیح کی زندگی کا آخری نتیجہ وہ ہوا جو ہوا۔

جن لوگوں نے یسوع۲؎ ناصری کو قبول کیا۔ وہ پہلے پہل انطاکیہ میں مسیحی کہلائے۔ اعمال کی کتاب۔ اب یہ لوگ کہتے ہیں۔ کہ تمام دنیا پر جو صلیبی جھنڈا لہرا رہا ہے۔ یہ موجودہ مسیحیت کے سچا ہونے پر ایک زبردست اور ناقابل تردید دلیل ہے۔

عہد جدید کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مسیح یسوع کی ظاہری زندگی ایک درویشانہ زندگی تھی۔ وہ خود کہتا ہے۔ لومڑیوں کے لئے بھٹ۔ ہوا کے پرندوں کے لئے بسیرے۔ پر ابن آدم۳؎ کے لئے اتنی جگہ نہیں۔ جہاں وہ سر ٹیکے۔ متی ۸/۱۸ تا ۲۲

پہاڑی وعظ جو انجیل متی کے پانچویں اور چھٹے باب میں مرقوم ہے۔ وہ تقریر ہے۔ جس کو آج تک ہر مسیحی عالم بڑے فخر کے ساتھ مخالفین و موافقین کے روبرو پیش کرکے مسیحی مذہب کی فضیلت ثابت کرنے کی کوشش کیا کرتے ہیں۔ اس کے ایک ایک لفظ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ یسوع اور اس کے متبعین کو علائق دنیوی کے ساتھ کوئی ایسا تعلق نہیں۔ اس وعظ میں ایک دعا ہے۔ جو مسیح نے اپنے شاگردوں کی درخواست پر انہیں تعلیم کی تھی۔ اس دعا کو دعائے ربانی کہا جاتا ہے۔ اس میں صرف ایک ہی جسمانی ربوبیت کے لئے فقرہ ہے۔ کہ "ہماری روز کی روٹی آج ہمیں دے۔" و بس۔ پس اس وعظ سے بھی یہ ثابت نہیں ہو سکتا۔ کہ دنیوی سلطنت سے یسوع یا اس کے متبعین کا کوئی حصہ ہوگا۔

دنیوی سلطنت کے متعلق نئے عہد نامہ کے ایک مقام پر مفصل درج ہے۔ کہ اس کا دینے والا کون ہے۔ اور کون کس طریق پر اسکو حاصل کر سکتا ہے۔ اور وہ یہ ہے۔

یسوع مسیح جب اپنے پیشوا اور مرشد یوحنا اصطباغی سے (اصطباغ بمعنی غوطہ دینا یا دھونا) دریائے یردن میں عوام اشخاص کی طرح بپتسمہ حاصل کر چکا۔ تو اس وقت روح یسوع کو جنگل میں لے گیا۔ تاکہ ابلیس سے آزمایا جائے۔ اور بالفاظ متی انجیل نویس ابلیس اسے ایک بہت اونچے پہاڑ پر لے گیا۔ اور دنیا کی ساری بادشاہتیں اور ان کی شان و شوکت اسے دکھائی اور اس سے کہا۔ اگر تو جھک کر مجھے سجدہ کرے۔ تو یہ سب کچھ میں تجھے دے دونگا۔ متی ۴: ۱ تا ۱۱ وغیرہ۔ اور اگر ہم اس مقام کے ساتھ لوقا طبیب انجیل نویس کے یہ الفاظ بھی مطالعہ کریں۔ تو معاملہ زیر بحث زیادہ صاف اور روشن ہو جاتا ہے۔ لوقا یہ اضافہ فرماتا ہے۔ "کیونکہ یہ میرے سپرد ہے۔ اور جس کو چاہتا ہوں۔ دیتا ہوں۔ لوقا۔

یہ ابلیس کے الفاظ دربارہ اختیار خویش ہیں۔ اور جب ہم بائیبل کو پڑھتے ہیں۔ تو معلوم ہو جاتا ہے۔ کہ خدا نے قدیم سے ابلیس کو اپنی خدائی میں کس قدر عظیم الشان اختیارات تفویض فرمائے ہوئے ہیں۔ سب سے اول یہ امر قابل لحاظ ہے۔ کہ ابلیس یا شیطان کے لئے یونانی زبان میں diabolos دشمن آیا ہے۔ اکثر مقامات پر ابلیس کو شیطان کا نام دیا گیا ہے۔ جو diabolos کا عبری مترادف ہے۔ مکا ۱۲: ۹ اور مفسرین بائیبل نے اس امر کو تسلیم کیا ہے۔ کہ ابلیس کوئی خارجی وجود ہے چنانچہ مسیح یسوع کی آزمائش کی تفسیر کرتے ہوئے جملہ مفسرین نے اس امر کو تسلیم کیا ہے۔ کہ " یہ بھی ایک حقیقی تجربہ ہے۔ جو تمثیلی صورت میں پیش کیا گیا ہے۔ وہ (یسوع) حقیقتاً بیابان میں گیا اور وہاں چالیس دن رہا۔ اور ان آزمائشوں کا تجربہ کیا۔ جنہیں اس نے (یسوع) نے محسوس کیا۔ کہ اس کے (یسوع) کے دل سے نہیں نکلتی تھیں۔ بلکہ کسی خارجی طاقت کی جانب سے اس کے سامنے رکھی جاتی تھیں۔ تفسیر ہارن صاحب وغیرہا۔ پس معلوم ہو گیا۔ کہ ابلیس خارج میں کوئی وجود ہے۔ اور بس۔

اب اس کے اختیارات کے متعلق عہد قدیم و عہد جدید یوں بیان فرماتا ہے سب سے اول توریت کی کتاب تکوین کے شروع کے ابواب کی تفاسیر پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ حوا و آدم کی لغزش میں شیطان کا سب سے بڑا دخل تھا۔

دوئم کتاب ایوب میں لکھا ہے۔ " اور ایک دن ایسا ہوا۔ کہ بنی اللہ آئے۔ کہ خداوند کے حضور حاضر ہوں۔ اور شیطان بھی ان کے درمیان آیا۔ تب خداوند نے شیطان سے پوچھا۔ تو کہاں سے آتا ہے شیطان نے خداوند کو جواب دیا۔ کہ زمین کے ادھر ادھر سے پھر کے اور اس میں سیر کرکے آتا ہوں۔ پھر خداوند نے شیطان سے کہا۔ تو نے میرے بندے ایوب کے حال پر غور کیا۔ پہلا باب چھٹی آیت اور آیت ۱/۱۲ میں ہے۔ خداوند نے شیطان سے کہا۔ دیکھو اس کا سب کچھ تیرے قابو میں ہے۔ مگر فقط اس پر اپنا ہاتھ نہ بڑھائیو۔ اور پھر ۲/۶ میں ہے۔ صرف ایوب کی جان نہ جائے۔ اس کا بدن بھی تیرے قابو میں ہے۔

آدم و حوا کے ساتھ شیطان نے جو کچھ کیا۔ اس کا رونا پہلے سے رویا جا رہا تھا۔ کہ ایوب کے متعلق شیطان کو وسیع اختیارات تفویض ہوئے ہیں۔ اور اپنی اختیارات کو مسٹر ابلیس نے کام فرما کر غریب ایوب کا وہ حال کیا جو بہت ہی ناگفتہ بہ ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ شیطان اور یہودی یہوواہ آپس میں زور آزمائی کر رہے ہیں۔

اب عہد قدیم کے بعد عہد جدید کو لیجیے۔ جیسا کہ ناظرین پڑھ چکے ہیں۔ مقدس لوقا کے الفاظ میں شیطان یسوع کو صاف کہتا ہے۔ کہ یہ سب کچھ (دنیا کی شان و شوکت و بادشاہتیں) میرے سپرد ہیں۔ جس کو چاہتا ہوں۔ دیتا ہوں۔ لوقا ۴/۶۔ اور ان کے حصول کا طریق واحد صرف شیطان کو سجدہ کرنا ہے۔ پھر اس کے علاوہ یوحنا ۱۲/۳۱ میں ہے۔ " اب دنیا کی عدالت کی جاتی ہے۔ اب دنیا کا سردار نکال دیا جائے گا۔ اور یوحنا ۱۴/۳۰ میں ہے۔ اور اس کے بعد میں تم سے بہت سی باتیں نہ کہوں گا۔ کیونکہ دنیا کا سردار آتا ہے۔ اور یوحنا ۱۶/۱۱ میں ہے۔ عدالت کے بارے میں اسلیئے کہ دنیا کا سردار مجرم ٹھہرایا گیا ہے۔

ان حوالہ جات سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ دنیا کی عدالت کرنے میں شیطان بھی دخیل کار سمجھا جاتا ہے۔ اور یوحنا ۱۴/۳۰ سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کے سردار سے یسوع بھی مرعوب ہو کر اپنے شاگردوں سے بہت سی باتیں پوشیدہ رکھتا ہے۔ اس کے علاوہ افسی ۲/۲ و دیگر مقامات سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ دنیا کی شان و شوکت شیطان کے سپرد ہے۔ اور جو اسے سجدہ کرتا ہے۔ وہ بہت کچھ شان و شوکت سے اسے عطا کرتا ہے۔ اور جمہور مفسرین بائیبل نے اسکو تسلیم بھی کیا ہے

ہم راہ چلتے ہوئے ایک اور اعتراض متعلقہ بحث ہذا کا جواب دینا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ بالعموم مسیحی کہا کرتے ہیں۔ کہ مسیح نے فرمایا ہے۔ اسلیئے فکرمند ہو کر یہ نہ کہو۔ کہ ہم کیا کھائیں گے۔ یا کیا پئیں گے۔ کیونکہ ان سب چیزوں کی تلاش میں غیر قومیں رہتی ہیں۔ اور تمہارا آسمانی باپ جانتا ہے۔ کہ تم ان سب چیزوں کے محتاج ہو۔ بلکہ تم پہلے اسکی بادشاہت اور اسکی راستبازی کی تلاش کرو۔ تو یہ سب چیزیں بھی تمہیں مل جائیں گی۔ پس کل کے لئے فکر نہ کرو۔ کیونکہ کل کا دن اپنے لئے آپ فکر کر لیگا۔ آج کے لئے آج ہی کا دکھ کافی ہے۔ متی کی انجیل ۶/۲۵ تا ۳۴۔

پس مسیحی کہتے ہیں۔ کہ راستبازی اور خدا کی بادشاہت کے پا لینے کے بعد دنیا کی شان و شوکت اور بادشاہتوں کا ملنا بفرمان مسیح خداوند

[illegible]

۱؎ صرف متی کی انجیل میں الفاظ آسمان کی بادشاہت تینتیس دفعہ آئے ہیں۔ ۲؎ یہود میں یسوع ایک تاریخی نام ہے۔ عام طور پر لوگ اس نام کو رکھتے تھے۔ یسوع و یشوعہ ایک ہی نام ہے۔ اور عبرانی یہوشع گنتی ۱۳: ۱۶ ذکر کا مخفف ہے۔ یہ لفظ مرکب ہے یاہو و شع بمعنی یہوواہ نجات ہے۔ یونانی میں یہ لفظ "آئی سو" ہو گیا۔ ۳؎ یہ لقب "ابن آدم" یسوع نے اپنی نسبت اناجیل میں استعمال کیا ہے۔ عہد نامہ کے دوسرے حصص میں سوائے ایک بار کے نہیں ملتا۔ اور وہ مقدس استیفان شہید کے آخری الفاظ میں مذکور ہے دیکھو اعمال ۷/۵۶ پہلی صدی سے لیکر آج تک اس لفظ کے متعلق ادق ابحاث ہوتی رہی ہیں۔ ذیل میں ان کا خلاصہ برائے اضافہ معلومات ناظرین کیا جاتا ہے۔ تا معلوم ہو۔ کہ صاحب لقب کیسا منکسر المزاج شخص تھا۔ یہ لقب مسیح نے اپنے لئے بصیغہ واحد غائب استعمال کیا ہے۔ اردو اور دیگر ہندوستانی زبانوں میں بھی یہ طریقہ ہے۔ کہ متکلم اپنے آپ کو کبھی کبھی بصیغہ واحد غائب ظاہر کرتا ہے۔ مثلاً بندہ، یا راقم کے الفاظ سے متکلم اپنی خاکساری و انکساری کا اظہار کرتا ہے۔ اناجیل میں یسوع نے اس لقب کو اپنے لئے استعمال کیا ہے۔ متی کی انجیل میں تیس۳۰ دفعہ۔ مرقس کی انجیل میں چودہ۱۴ مرتبہ اور لوقا کی انجیل میں پچیس۲۵ مرتبہ اور یوحنا کی انجیل میں بارہ۱۲ دفعہ۔ بجز یسوع کے غالباً دو دفعہ دیگر اشخاص نے یسوع کیلئے یہ لقب استعمال کیا ہے۔ یوحنا ۱۲: ۳۴ میں لوگ اس لقب کو بطور اقتباس کے نقل کرکے مسیح سے اس کے معنی دریافت کرتے ہیں۔ مگر کلیسیا میں یہ لقب بوجہ خاص مصلحت کے کہیں یسوع کے لئے رائج نہیں کیا گیا۔ باوجودیکہ استفان شہید اسکو استعمال کر چکا تھا۔ اور یعقوب راستباز نے بھی اپنی شہادت کے وقت اس کو استعمال کیا تھا۔ تاریخ کلیسیا مصنفہ یوسیبس میں ہگیسپس سے روایت ہے کہ یعقوب راستباز نے بحوالہ متی ۲۶: ۶۴ اس لقب کو یسوع کے لئے اپنی شہادت کے وقت استعمال کیا۔ یسوع نے اپنی خدمات کے

(بقیہ دیکھو حاشیہ صـ۷ پر)

لازمی نتیجہ ہے۔

لیکن یہ جواب ایک مغالطہ دہی سے زیادہ مقصود نہیں ہو سکتا ہو سکتا بوجوہات ذیل:۔

(ا) باب ۶ کی آیات ۲۵ تا ۳۴ بلکہ سارا چھٹا باب پڑھ جاؤ کہیں دنیوی شان و شوکت یا بادشاہتوں کا آسمانی سلطنت یا راستبازی کے پا لینے کے ساتھ وعدہ نہیں ہے۔ بلکہ صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ کھانے پینے اور پہننے کے متعلق سوال کا جواب ہے۔ جبھی تو یسوع کہتا ہے۔ اس لئے فکرمند ہو کر یہ نہ کہو۔ کہ ہم کیا کھائیں گے یا کیا پئیں گے (اور کیا پہنیں گے) وہ کہتا ہے۔ کہ کھانے پینے اور پہننے کا انتظام خدا کر دے گا۔ نہ کہ سلطنت کا۔

(ب) یسوع کہتا ہے۔ اور لفظ عبری آمین کو کام فرما کر تاکیداً کہتا ہے۔ میں تم سے سچ سچ کہتا ہوں۔ دولتمند کا آسمان کی بادشاہت میں داخل ہونا اس سے آسان ہے۔ کہ اونٹ سوزن کے ناکہ میں سے گذر جائے۔ متی۔ پس سلطنت کجا دولتمندی بھی خدا کی بادشاہت کے ادخال کے رستہ میں سد راہ ہے۔

(ج) اگر بفرض محال تسلیم بھی کر لیا جائے۔ تو کہنا پڑتا ہے۔ کہ کیا اوائل زمانہ کے مسیحیوں سے زیادہ اس زمانہ کے مسیح شاگرد راستبازی میں بڑھے ہوئے ہیں۔ اور کہ وہ پہلے شاگردوں سے بلکہ ۳۲۵ء تک کے مسیحیوں سے زیادہ آسمانی بادشاہت پا چکے ہیں۔ کیونکہ تقریباً ساڑھے تین صدیاں تو غربت و مسکنت میں بسر ہوئی تھیں۔

(د) اور اگر واقعی پہلی صدیوں کے مسیحیوں سے اس زمانہ کے مسیحی زیادہ راستباز واقع ہوئے ہیں۔ تو پھر مرقس کی انجیل کے مقام ۱۶/۱۷ والے معجزات دکھلا دیں۔ تاکہ دعویٰ پر دلیل ہو۔ جہاں لکھا ہے۔ اور جو ایمان لاویں گے۔ ان کے درمیان یہ معجزے ہوں گے۔ وہ زہر والی اشیا کھاتے سے نہ مریں گے۔ بد روحوں کو جو بالکل ناممکن امر ہے۔

(س) متی ۱۷/۲۰ مسیح کہتا ہے۔ کہ "اگر تم میں رائی کے دانہ کے برابر ایمان ہو۔ تو اس پہاڑ سے کہو۔ کہ وہاں چلا جا۔ تو چلا جائیگا" پس موجودہ مسیحی کل راستبازی نہ دکھلاویں۔ اگر ان میں رائی کے دانہ کے برابر ایمان ہے۔ تو پہاڑ چھوڑ معمولی گھاٹی کو اپنی جگہ سے دوسری جگہ بھیج کر دکھلائیں۔ تا دعویٰ پر دلیل ہو۔

ظاہر ہے۔ کہ مذکورہ بالا نشانات میں سے کوئی بھی نشان مسیحی نہیں دکھلا سکتے۔ پس سلطنت کے دستیاب ہونے کی ایک ہی صورت بائیبل کی رو سے رہتی ہوئی نظر آتی ہے۔ اور وہ ہے شیطان کو جھک کر یا گر کر سجدہ کرنا۔ اور پھر یہ صاحب اختیار ہستی جب وعدہ خویش دنیا کی شان و شوکت اور سلطنت دے دیتی ہے اور یہ نتیجہ عیسائی مسلمات کی رو سے نکلتا ہے۔ اور اسکو مفسرین نے تسلیم کیا ہے۔ ایک دو نے نہیں۔ بیسیوں شارحین بائیبل نے کہ دنیا کے مال و منال کے متعلق ابلیس کو بھی اختیارات حاصل ہیں۔ جو ہٹلر جیسے آدمیوں کو سلطنت دیکر خدا کی بیگناہ مخلوق کو موت کے گھاٹ اتار رہا ہے۔ مجھے آجکل کے مسیح یسوع کے شاگردوں کے متعلق یہ کہنے میں ذرا بھی حذر معلوم نہیں ہوتا۔ کہ یسوع کی خدمت کے ایام میں جس قدر ایمان ایک صوبیدار[1] نے دکھلایا۔ اس کا عشر عشیر بھی کسی ماننے والے عیسائی میں پایا جاتا ہو۔ بلکہ رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان نظر نہیں آتا۔ جبھی تو کوئی معجزہ نہیں دکھا سکتے۔ جو ان کے ایمان کے ساتھ یسوع نے شرط مقرر کی ہے۔

یسوع مسیح کی آزمائش کے قصہ سے ایک بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے۔ اور وہ یہ کہ مسیح نے شیطان کو کہا۔ اے شیطان دور ہو۔ کیونکہ لکھا ہے۔ کہ تو خداوند اپنے خدا کو سجدہ کر اور صرف اسی کی عبادت کر۔" متی ۴/۱۱

مسیح عبادت کا حق صرف خدائے واحد کے لئے تسلیم کرتا ہے۔ دوئم یہ کہ یعقوب ۱/۱۳ میں ہے۔ خدا آزمایا نہیں جاتا۔ مگر بقول متی و لوقا کے مسیح آزمایا گیا۔

پس مسیح خدا نہیں ہو سکتا۔ (باقی دارد)

(شیخ عبد الخالق نو مسلم)

---

[1] یسوع کے زمانہ کے صوبیدار کیا تھے۔ واضح ہو۔ کہ اس زمانہ میں رومی فوج کا ایک دستہ لیجیون کہلاتا تھا۔ جس میں چھ ہزار پیادہ سپاہی ہوتے تھے۔ اور اس پر ایک جنرل ہوتا تھا جس کو "امپراطور" کہتے تھے۔ یہ لیجیون ۶ کوہارٹ یا پلٹنوں پر منقسم ہوتا تھا۔ جس میں ایک ایک ہزار سپاہی ہوتے تھے۔ اس پلٹن کا افسر اعلیٰ "ٹرابیون" یا کرنل کہلاتا تھا۔ دیکھو یوحنا ۱۸/۱۲ اعمال ۲۱/۳۱ "پلٹن کا سردار" اس قسم کی ایک پلٹن یروشلم کی ہیکل کے اور انتونیا کے قلعہ میں رہتی تھی۔ کوہارٹ سو سو آدمی پر منقسم تھا۔ جس کا افسر صوبیدار کہلاتا تھا۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۶ آخری ایام میں قبول کیا تھا۔ ۱۶: ۲۲ و ۱۷: ۱۔ قدیم کلیسیا میں شارحین نے اسی لقب کے ساتھ ہمیشہ یونانی میں حرف تعریف استعمال کیا ہے۔ پرانے عہد نامہ میں بھی یہ لقب آیا ہے۔ حاصل کلام یہ کہ بقول جمہور مفسرین یسوع نے اپنی انکساری اور انسانیت کاملہ کے ظاہر کرنے کو اپنے لئے یہ لقب مخصوص کیا۔ [3] یہ دعا یہود کی دعا کے مشابہ ہے۔ جو یسوع کے زمانہ میں یہود میں مروج تھی۔ مثلاً دعائے قدیش کا آغاز بایں الفاظ ہے۔ "خدا کے بزرگ نام کی تمجید اور تقدیس ہو۔" رسالہ موسومہ "تعلیم دوازدہ رسل" میں جو ۱۰۰ء میں تصنیف ہوا۔ لکھا ہے۔ کہ دن میں تین بار مسیحی اس دعا کو پڑھتے تھے۔ یونانی الفاظ "او مائس پاتیر" اے ہمارے باپ بھی یسوع کی ایجاد نہیں۔ بلکہ توریت میں بھی خدا کو باپ کہا گیا ہے۔ استثنا ۳۲: ۶ و یسعیاہ ۶۳: ۱۶۔ نیز اپاکریفا میں افراد بھی لوگ بلفظ باپ خدا کو ملقب کرتے ہیں۔ دیکھو کتاب حکمت ۲: ۱۶ و ۱۴: ۳۔ یہودی ربی اپنی دعا میں عام طور پر یہ لفظ استعمال کرتے۔ پس مسیحی مذہب کی عالمگیری کی یہ لفظ کوئی دلیل نہیں ہے۔

[4] پرانے عہد نامہ کے اس مقام و دیگر کئی ایک مقامات سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ خدا کے ہاں بھی ایک سینڈرم یا مجلس علمائے یہود کی طرح ایک سینڈرم ہے۔ لفظ سینڈرم ایک یونانی لفظ سینڈریان سے مشتق ہے۔ جس کے معنی مجلس کے ہیں۔ عبرانی میں مجلس "بیت دین" دار العدالت کہلاتی تھی اور کبھی کبھی اسکو بزرگان یا مشائخان قوم کی مجلس بھی کہا جاتا تھا۔ دیکھو لوقا ۲۲: ۶۶ و اعمال ۲۲: ۵ اس کا میر مجلس "کاہن" ہوتا تھا۔ اور اسکے ممبران حسب ذیل اشخاص شامل ہوتے تھے۔ (۱) کاہن امرا جو حاکم یا سردار کاہن کہلاتے تھے۔ اور یہ عموماً فرقہ صدوقی سے ہوتے تھے۔ بزرگان و معززین قوم جو دنیاداروں میں سے منتخب ہوتے تھے۔ اور یہ بھی فرقہ صدوقی سے ہوتے تھے۔ (۳) مجتہد و مفتی اور قاضی یہ بالخصوص فریسی ہوتے تھے۔ اور مجالس [illegible] یہود میں یہ جماعت بہت زیادہ ہر دلعزیزی رکھتی تھی۔ یسوع کے زمانہ میں رومی سلطنت کی طرف سے اس مجلس کو بہت کچھ اختیارات حاصل تھے جو زیادہ تر عدالتی تھے۔ اور ایک حد تک معاملات پولیس و مال کے اختیارات بھی ان کو حاصل تھے۔ اس مجلس کو اپنے فیصلے نافذ کرنے کا اختیار تھا۔ صرف سزائے موت کی نسبت حاکم اعلیٰ یعنی صوبہ کے گورنر کی منظوری ضروری تھی۔ اسی قسم کی ایک مجلس اللہ کے ہاں بھی معلوم ہوتی ہے۔ جیسا ایوب کی

بقیہ ص ۱۲ پر

ذکرِ حبیب کم نہیں وصلِ حبیب سے

آج سے ۴۳ سال پیشتر حضرت مسیح موعودؑ کی مجلس کا رنگ

آپ کی مجلس کا رنگ ہو بہو نبوت کا (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کا رنگ ہے۔ (وہ لوگ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نبوت کے مسئلہ پر آج کج بحثیاں کرتے ہیں۔ وہ غور فرمائیں۔ کہ سنہ ۱۹۰۰ء میں وہ شخص جو خدا کی وحی میں مسلمانوں کا لیڈر کہلایا۔ کیا عقیدہ رکھتا ہے۔ عرفانی کبیر)

حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مسجد ہی آپ کی انجمن تھی۔ اور وہی ہر قسم کی ضرورتوں کو پورا کرنے کی جگہ تھی۔ ایک درویش دنیا سے قطع کر کے جنگل میں بیٹھا ہوا اور اپنے تئیں اس شغل بے شغلی میں پورا پا خدا سمجھنے والا اگر ایسے وقت میں آپؐ کی مسجد میں آ جائے۔ کہ جب آپ جہاد کی گفتگو کر رہے ہیں۔ تو کیا وہ خیال کر سکتا ہے۔ کہ آپ ایسے رحیم کریم ہیں۔ کہ رحمۃ للعالمین ہونے کا حق اور بجا دعویٰ کر رکھا ہے اور ساری دنیا سے زیادہ خدا اور اسکی مخلوق کی رعایت رکھنے والے ہیں۔

اسی طرح ایک دفعہ ایک شخص جو دنیا کے فقیروں اور سجادہ نشینوں کا شیفتہ اور خوگردہ تھا۔ ہماری مسجد میں آیا۔ لوگوں کو آزادی سے آپ سے گفتگو کرتے دیکھکر حیران ہو گیا۔ آپ سے کہا۔ کہ آپ کی مسجد میں ادب نہیں۔ لوگ بے محابا بات چیت آپ سے کرتے ہیں۔ آپؑ نے فرمایا۔

"میرا یہ مسلک نہیں۔ کہ میں ایسا تند خو اور بھیانک بن کر بیٹھوں۔ کہ لوگ مجھ سے ایسے ڈریں۔ جیسے درندہ سے ڈرتے ہیں۔ اور میں بت بننے سے سخت نفرت رکھتا ہوں میں تو بت پرستی کے رد کرنے کو آیا ہوں۔ نہ یہ کہ میں خود بت بنوں۔ اور لوگ میری پوجا کریں۔

اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔ کہ میں اپنے نفس کو دوسروں پر ذرا بھی ترجیح نہیں دیتا۔ میرے نزدیک متکبر سے زیادہ کوئی بت پرست اور خبیث نہیں۔ متکبر کسی خدا کی پرستش نہیں کرتا۔ بلکہ وہ اپنی پرستش کرتا ہے"

مسجد مبارک میں آپکی نشست کی کوئی خاص وضع نہیں ہوتی۔ ایک اجنبی آدمی آپؑ کو کسی خاص امتیاز کی معرفت نہیں پہچان سکتا۔ آپؑ ہمیشہ دائیں صف میں ایک کونہ میں مسجد کے اس طرح مجتمع ہو کر بیٹھتے ہیں۔ جیسے کوئی فکر کے دریا میں خوب سمٹ کر تیر رہا ہے۔ میں جو اکثر محراب میں بیٹھتا ہوں۔ اور اسلئے داخلی دروازہ کے عین محاذی میں ہوتا ہوں۔ بسا اوقات ایک اجنبی جو مارے شوق کے سرزدہ اندر داخل ہوا ہے۔ تو سیدھا میری طرف آیا ہے۔ اور پھر خود ہی اپنی غلطی پر متنبہ ہوا ہے۔ یا حاضرین میں سے کسی نے اسے حقدار کی طرف اشارہ کر دیا ہے۔

"آپ کی مجلس میں احتشام اور وقار اور آزادی اور بے تکلفی دونوں ایک ہی وقت میں جمع رہتے ہیں۔"

ہر ایک خادم ایسا یقین کرتا ہے۔ کہ آپ کو مخصوصاً مجھ سے ہی پیار ہے۔ جو کچھ چاہتا ہے۔ بے تکلف سے عرض کر دیتا ہے گھنٹوں کوئی اپنی داستان شروع رکھے۔ اور وہ کیسی ہی بے سروپا کیوں نہ

بقیہ دیکھو صفحہ

صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام

میاں الہ بخش صاحب مرحوم بزدار

(۲)

بھوتوں والے کنوئیں کی لکڑیوں کا ایندھن بنا لیا

دریائے سندھ کے مغربی کنارے پر ہماری کچھ تھوڑی سی اراضی تھی۔ کبھی کبھی ہم لوگ نقل مکانی کرکے وہاں چلے جاتے تھے۔ ایک دفعہ ایسا اتفاق ہوا۔ کہ سردی کے موسم میں ہم وہاں جا رہے۔ وہاں ایک کنواں تھا۔ جس پر بہت لکڑیاں پڑی ہوئی تھیں۔ ان کو کوئی نہ اٹھاتا تھا۔ اور مشہور تھا۔ کہ جو شخص ان کو اٹھائیگا اس کو جن پکڑ لیں گے۔ والد صاحب نے فرمایا۔ یہ وہم ہے۔ ایسے جن نہیں جو آدمی کو پکڑ لیں۔ مگر وہ ماننے کے لئے تیار نہ ہوئے۔ والد صاحب نے ان تمام لکڑیوں کو حسب ضرورت ایندھن کے طور پر استعمال کر ڈالا۔ اور لوگوں کو دکھا کر کہا دیکھو جن بھوت کوئی چیز نہیں۔ یعنی ایسی کوئی مخلوق نہیں۔ جو آدمیوں کو چمٹ جائے۔ اس طرح ایک جنگل ہے کہ وہاں بھی بھوتوں کا مسکن بتایا جاتا تھا۔ آپ نے اسے اپنے کام میں لگا لیا۔ کوئی جن بھوت آپ کے پاس نہ آیا۔

ایک سچی خواب

خاکسار موضع تنکانی کے مڈل سکول میں سیکنڈ ٹیچر تھا۔ آپ چاہتے تھے کہ خاکسار گھر کے نزدیک آ جائے۔ اس لئے اس بارے میں ہمیشہ دعا فرمایا کرتے تھے۔ خواب میں دیکھا۔ کہ میری تبدیلی کوٹ قیصرانی میں ہو گئی ہے۔ کوٹ قیصرانی خاکسار کے گھر سے نصف میل کے فاصلے پر ہے۔ ابھی تبدیلی کا ہمیں کوئی پتہ نہ تھا۔ کہ اچانک تبدیلی کا حکم دفتر صدر سے آ گیا۔ تنکانی کے ہیڈ ماسٹر اور حلقہ کے اے۔ ڈی۔ آئی نے بوجہ مخالفت کوشش کی۔ کہ تبدیلی کا حکم منسوخ ہو جائے۔ مگر وہ ناکام رہے۔ اور خدا کی بتائی بات پوری ہوئی۔ یعنی خاکسار کی تبدیلی جیسا کہ آپ نے دیکھا تھا۔ کوٹ قیصرانی میں ہو گئی۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔

تن کے کپڑے اتار کر غربا و مساکین کو دے آتے تھے

بسا اوقات کبھی چادر کبھی کرتہ۔ کبھی کوئی دوسرا کپڑا کسی حاجتمند کو دے دیتے تھے۔ اور بغیر کپڑے کے گھر واپس آ جاتے تھے۔ جب ہماری والدہ پوچھتی تھیں۔ کہ فلاں کپڑا آپ کا کہاں گیا۔ تو فرماتے وہ میں نے کسی کو دے دیا ہے۔ اگر والدہ صاحبہ ناراض ہوتیں تو فرماتے۔ اس بیچارے کو بڑی ضرورت تھی۔

حدیث شریف پڑھنے اور سننے کا شوق

صحیح بخاری۔ صحیح مسلم۔ انتخاب صحاح ستہ۔ مشکوٰۃ۔ الوارح الھدیٰ مصنفہ قاضی اکمل صاحب۔ اسوہ حسنہ مصنفہ حضرت میر محمد اسحاق صاحب آپ کے مطالعہ سے گزری تھیں۔ ایسی کتابوں کا مطالعہ آپ بار بار فرماتے رہتے تھے۔ مگر جب خاکسار رات کو کھانا کھانے کے بعد چند احادیث گھر میں سنانے لگتا۔ اور کہتا کہ حدیث سناؤں۔ تو آپ اپنی زبان میں فرماتے "ہاں حدیث سننے کے لئے مردے پئے ہیں" یعنی حدیث سننے کی بڑی خواہش ہے۔ بہت دفعہ میں نے دیکھا۔ کہ آپ احادیث پڑھ رہے ہیں۔ یا میں سنا رہا ہوں۔ آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہیں۔ یا قرآن مجید پڑھ رہے ہیں۔ اور آپ کی آنکھیں پُرنم ہیں۔ یا حضرت اقدسؑ کی کوئی کتاب مطالعہ فرما رہے ہیں۔ اور آنکھوں سے آنسو کی لڑی جاری ہے۔

نماز تہجد میں تو عجیب رنگ ہوتا تھا۔ اس نماز کو آخری دنوں تک جاری رکھا۔ بیماری کے ایام میں میں نے دیکھا۔ چارپائی پر بیٹھے نماز تہجد ادا فرما رہے ہیں۔ حتیٰ کہ چارپائی پر بیٹھنے سے جب لاچار ہو گئے۔ تو پھر خدا معلوم لیٹے ہوئے نماز تہجد پڑھتے میں نے نہیں دیکھا۔

کئی دفعہ میں نے دیکھا۔ نماز تہجد سے فارغ ہو کر بیٹھے ہیں۔ اور حضرت اقدس کا کوئی شعر زبان پر ہے۔ اور آنکھیں پرنم ہیں۔ اس شعر کو بہت پڑھتے تھے۔ ؎

جس کو تیری دھن لگی آخر وہ تجھ کو جا ملا
جس کو بے چینی ہے وہ پا گیا آخر قرار

یا یہ نظم اکیلے بیٹھے نہایت سوز سے پڑھ رہے ہیں۔ ؎

اک نہ اک دن پیش ہوگا تو فنا کے سامنے ؛ چل نہیں سکتی کسی کی کچھ قضا کے سامنے

یہ ساری نظم یاد تھی۔ اور کثرت سے پڑھتے تھے۔ کبھی کبھی پڑھتے تھے ؎

قوت نیکی نہ داری بد مکن ⁂ بر وجود خود ستم بے حد مکن

ہمارے چھوٹے بچے جب رونے لگتے۔ تو آپ ان کو چپ کرانے کیلئے حضرت اقدسؑ کی کوئی نظم یا شعر پڑھتے۔ مثلاً خدا کے پاک لوگوں کو خدا سے نصرت آتی ہے۔ یا ؎

کبھی نصرت نہیں ملتی در مولیٰ سے گندوں کو ؛ کبھی ضائع نہیں کرتا وہ اپنے نیک بندوں کو

یا ؎ ہر طرف فکر کو دوڑا کے تھکایا ہم نے ؛ کوئی دیں دینِ محمدؐ سا نہ پایا ہم نے

چونکہ نہایت خوش الحان تھے۔ بچے سُن کر سو جاتے تھے۔

مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ مولانا حافظ رحمۃ اللہ علیہ۔ شیخ سعدی علیہ الرحمۃ وغیرہ بزرگان کے بہت سے اشعار آپ کو یاد تھے۔ جو نہایت چیدہ اور نصیحت آموز تھے۔ میں اپنی کوتاہی اور غفلت پر سخت نادم ہوں۔ میں نے وہ نصیحت آموز مجموعہ اشعار جمع کرنے میں سخت سستی کی۔ مولیٰ کریم مجھے معاف کرے۔ ورنہ ان سے بہت سعید دلوں کو فائدہ پہنچتا۔ مگر افسوس کہ وقت گزر گیا۔ اور وہ خدا کا پیارا ہم سے جدا ہو گیا اور جو قیمتی چیزیں ان کے سینہ میں مخفی تھیں۔ وہ زمین میں ان کے ساتھ مخفی ہو گئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

بیماری اور رحلت

جلسہ سالانہ ۱۹۳۹ء چونکہ ایک خاص جلسہ تھا اس لئے میں نے کوشش کی۔ کہ والدین کو اس جلسہ میں شامل کروں۔ چنانچہ اس دفعہ والدین کو جلسہ سالانہ پر ساتھ لے گیا۔ باوجود طبعی کمزوری کے نہایت مستعدی سے تیار ہو گئے۔ جلسہ کی مبارک تقریب سے بخیریت گھر واپس آ گئے۔ جنوری ۱۹۴۰ء میں میں والد صاحب کو اپنے بچوں کے ساتھ موضع چونی میں لے گیا۔ جہاں میری ملازمت ہے۔ وہ ایک ویران سا گاؤں ہے۔ جو ڈیرہ غازیخاں کے شمالی سرے پر واقع ہے۔ یہاں سارا دن گھر میں مطالعہ میں مصروف رہتے۔ کچھ عرصہ یہاں رہنے کے بعد آپ کو خونی اسہال شروع ہو گئے۔ علاج معالجہ سے کچھ دنوں کے بعد آرام ہو گیا۔ مارچ ۱۹۴۰ء میں میرے عیال اطفال کے ساتھ واپس اپنے گھر بستی بزدار تشریف لے گئے۔ اپریل۔ مئی جون میں طبیعت بالکل تندرست رہی۔ یہاں تک جمعہ پڑھنے کے لئے کوٹ قیصرانی تشریف لے جاتے۔ گرمی کی بھی پروا نہ کرتے۔ ماہ جون کے آخر میں آپ کو تونسہ شریف جانا پڑا۔ وہاں پھر آپ کو خونی اسہال کی شکایت ہو گئی۔ وہاں کچھ دن ٹھیرے علاج بھی کرایا۔ مگر آرام نہ ہوا۔ پھر گھر تشریف لے آئے۔ مگر آرام نہ ہوا۔ خون بواسیر کے سبب کثرت سے آنے لگا۔ اسہال بھی جاری رہے۔ خاکسار کو جب معلوم ہوا۔ رخصت لیکر حاضر خدمت ہوا۔ دوائی وغیرہ بنوا دی۔ لیکن اس وقت حالت ابھی اچھی تھی۔ ظاہراً فکر کی کوئی بات نظر نہ آتی تھی۔ پھر میں اپنے کام پر واپس چلا گیا۔ کچھ دنوں کے بعد ہمیں گرمی کی رخصتیں مل گئیں۔ میں اور بھائی فتح محمد خاں حاضر خدمت ہو گئے۔ میں نے عرض کیا۔ آپ کے لئے تونسہ شریف سے دوائی لے آؤں۔ کیونکہ وہاں قابل حکیم ہیں۔ مگر مجھے منع کیا۔ لیکن مولوی محمد خاں صاحب کے سمجھانے سے مجھے تونسہ جانے کی اجازت دی۔ میں نے تونسہ جا کر آپ کا قارورہ حکیموں کو دکھایا۔ اور ان سے مشورہ لیا۔ دوائی لے آیا۔ جس کے استعمال سے خون آنا بند ہو گیا۔ اور اسہال میں بھی کمی واقع ہو گئی۔ اور طبیعت میں افاقہ نظر آنے لگا۔ مگر پانچ سات دن کے بعد پھر اسہال شروع ہو گئے۔ پھر دوائی سے بالکل نفرت ہو گئی۔ جب ہم دوائی استعمال کے لئے عرض کرتے فرماتے دیکھو اب علاج نہ کرو۔ اب کمزوری زیادہ ہو گئی ہے۔ اور یہ اسہال کی بیماری ہماری وراثت میں چلی آتی ہے۔ ہمارے اکثر آباؤ اجداد اسی بیماری سے فوت ہوئے ہیں۔ جب یہ اسہال شروع ہو جاتے ہیں۔ تو پھر نہیں ہٹتے۔ اب زندگی تھوڑی باقی ہے۔ اس کے بعد غذا بھی چھوڑ دی۔ میں ایک دن پاؤں دبا رہا تھا۔ آپ کی کمزوری دیکھ کر میرے آنسو نکل آئے۔ میں نے عرض کیا۔ اباجان خداوند کریم آپ کو شفا بخشے ہمیں تو کسی معاملہ کا پتہ نہیں۔ آپ ہم پر سایہ ہیں۔ آپ ہمارے لئے دعائیں کرتے ہیں۔ ہم باہر ملازمت پر ہوتے ہیں۔ آپ کی موجودگی کی وجہ سے ہم مطمئن رہتے ہیں۔ فرمانے لگے۔ بیٹا خداوند کریم شفا بخشے۔ تو وہ قادر ہے۔ سب کچھ کر سکتا ہے۔ مگر اب میں بہت زندگی گزار چکا ہوں۔ اس زندگی میں خدا نے کوئی سخت صدمہ مجھ پر وارد نہیں فرمایا۔ تمہارے گھر آباد دیکھ چکا ہوں۔ تمہاری اولاد دیکھ لی ہے۔ تمہارے چچا زاد بھائیوں کے گھر آباد اور ان کی اولاد دیکھ لی ہے۔ اب مجھے کوئی غم نہیں کہ میں اس دنیا سے چلا جاؤں۔

آخری گھڑی

بتاریخ ۶/۷ خاکسار کوٹ قیصرانی گیا۔ وہاں معلوم ہوا۔ کہ ۹/۷ کو سکول کھل جائیں گے۔ واپس آکر میں نے عرض کیا۔ پرسوں حاضری ہے۔ کل مجھے جانا پڑیگا۔ اگر آپ فرماویں۔ تو میں رخصت لے لوں فرمانے لگے۔ نہیں تم چلے جاؤ۔ تمہارا بڑا بھائی فتح محمد خاں میرے پاس ہے ہماری منزل بھی تھوڑی سی رہ گئی ہے۔ مگر خدا جانے کس وقت ختم ہوتی ہے۔ عصر و ظہر کی نمازیں جمع کرکے ادا فرمائیں۔ میں اس وقت موجود نہ تھا بھائی صاحب بھی موجود نہ تھے۔ کہ یکایک طبیعت بے چین ہو گئی۔ میرے اور بھائی صاحب کے پیچھے آدمی گئے۔ بھائی صاحب پہلے پہنچ گئے۔ میں ذرا بعد میں آیا۔ والدہ صاحبہ اور ہمشیرہ صاحبہ موجود تھیں۔ میں نے عرض کیا۔ کیا طبیعت زیادہ خراب ہو گئی ہے۔ فرمانے لگے میرا دل بیٹھا جاتا ہے۔ ہم نے ٹھنڈا کپڑا سینہ پر ڈالا۔ کہ شاید گرمی اور گھمس کی وجہ سے تکلیف ہو۔ پنکھا وغیرہ ہلانے لگے۔ فرمایا مجھے باہر لے چلو۔ ہم چارپائی سمیت آپ کو باہر لے آئے۔ فرمانے لگے سرہانہ ذرا اونچا کر دو۔ ہم نے تعمیل کی۔ اس کے بعد کوئی کلام نہیں کیا۔ میں نے دیکھا کہ طبیعت زیادہ گر رہی ہے۔ بھائی صاحب کو کہا۔ کہ سورہ یٰسین کی تلاوت کرو۔ وہ پڑھنے لگے۔ دو تین منٹ کے بعد اپنا ہاتھ ریش مبارک تک لائے۔ اور روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ اور ہاتھ بھی وہیں ریش مبارک پر رہ گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

اللّٰھم اغفر وارحم وانت خیر الراحمین۔

قابل توجہ احباب

الحکم کے جن خریداروں کے ذمہ گذشتہ سالوں سے بقائے چلے آ رہے ہیں۔ ان کی خدمت میں اب مطالبات کے لئے وی۔ پی بھیجے جائیں گے۔ اسی لئے ان سے مؤدبانہ درخواست ہے۔ کہ وہ ان کی وصولی کے

سلسلہ عالیہ احمدیہ کا سب سے پہلا ہفتہ وار مشہور و معروف اخبار جس کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنا ایک بازو قرار دیا

بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید و پائے محمدیاں بر منار بلند تر محکم افتاد

قادیان

الحکم

دور جدید

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ

چہ گویم با تو گر آئی چہا در قادیاں بینی
دوا بینی شفا بینی غرض دار الاماں بینی
بیا در بزم مستاں تا بہ بینی عالمے دیگر
بہشتے دیگر و ابلیس دیگر آدمے دیگر

مدیر اعلیٰ
شیخ یعقوب علی تراب احمدی عرفانی

مدیر مسئول
پسر شیخ محمود احمد عرفانی مجاہد مصری

جلد ۴۴ | مورخہ ۷ و ۱۴ / ۲۱ و ۲۸ جولائی ۱۹۴۲ء مطابق ۷ و ۱۴ / ۲۱ و ۲۸ وفاء ۱۳۲۱ ہش | نمبر ۱۶ تا ۱۹

شذرات

(۲)

الحکم کا موضوع اور مقصد جو مقرر ہو چکا ہے۔ وہ اس سے کبھی خدا تعالیٰ کے فضل و رحم سے الگ نہیں ہوا۔ اور وہ اسی محور و مرکز پر گردش کرنا اپنی زندگی کا مقصد وحید یقین کرتا ہے۔ یہ بات بارہا دہرائی گئی ہے اور دہرائی جاتی رہے گی۔ اس لئے کہ وہ ایک تذکیری رنگ رکھتا ہے۔ آئندہ الحکم کے دوسرے صفحہ پر علی العموم دو عنوانوں کے تحت چھوٹے بڑے نوٹ لکھے جایا کریں گے۔ (انشاء اللہ العزیز) حقائق و معارف اور مشاہدات اور تاثرات کی دنیا اور یہ صفحہ عرفانی کبیر کے لئے مخصوص رہے گا۔ اگر کبھی ان کا لکھا ہوا مضمون نہ آیا۔ تو اس صفحہ کو کسی اور مقصد کے لئے استعمال کیا جا سکے گا۔ آج کے الحکم میں احباب اسی صفحہ کو دلچسپی سے پڑھیں گے۔

(۲)

جہاں تک میرا حافظہ میری مدد کرتا ہے۔ جب حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے نظارت تالیف و تصنیف قائم فرمائی تھی۔ اسی وقت اس کے مقاصد اور فرائض میں یہ امر بھی داخل تھا۔ کہ وہ ان تمام اعتراضات کو جو اسلام اور سلسلہ عالیہ احمدیہ پر کئے جاتے ہیں۔ جمع کرے۔ اور ان کے جوابات شائع کرے۔ اور میں خیال کرتا ہوں۔ کہ اس وقت کچھ اعتراضات اور رسائل جمع بھی کئے گئے تھے۔ یقیناً وہ دفتر میں موجود ہوں گے۔ لیکن جہاں تک میرا علم ہے۔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے بعض اعتراضوں کا جواب تو مختلف اوقات میں مختلف صورتوں میں شائع ہوا۔ گو ابھی بہت سے ایسے اعتراضات باقی ہوں۔ لیکن آریوں یا عیسائیوں یا دوسرے مذاہب کے لوگوں کی طرف سے جو اعتراضات ہوتے رہے ہیں۔ ان کی طرف کما حقہٗ توجہ نہیں ہو سکی۔ اسلئے کہ اندرونی تنازعوں اور جھگڑوں نے توجہ کو اپنی طرف پھیر لیا۔ میں چاہتا ہوں۔ کہ یہ سلسلہ پھر شروع ہو۔ خواہ نظارت مذکور کرے۔ یا سلسلہ کے اخبارات۔ الحکم اپنا حصہ انشاء اللہ ادا کرے گا۔ اگر وہ اعتراضات مہیا کئے جاویں۔ یہ اسلئے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کے لئے خاص طور پر اپنے دعوئ مسیحیت کے ساتھ ہی اعلان کیا تھا۔ اور یہ اعلان آپ کے مقصد اظہار الدین کے تحت تھا۔ میں

کہ اس خصوص میں

الحکم سے تعاون کریں

(۳)

گذشتہ اشاعت میں میں نے احباب کو الحکم کے بقاء و استحکام کی طرف توجہ دلائی تھی۔ میں اس سے بے خبر ہوں۔ کہ اس کا کیا جواب ملا۔ یا وہ جنگل میں ایک پکارنے والے کی آواز تھی۔ ضرورت تھی۔ کہ معاصرین الحکم اس خصوص میں توجہ کرتے۔ اور اس مضمون کو اپنے جرائد میں شائع کرتے۔ یا کم از کم اس کے لئے اپنے اداریہ میں جماعت کو توجہ دلاتے۔ مگر انہوں نے اس ضرورت کو محسوس نہیں کیا۔ اسباب اور وجوہات سے وہ خود واقف ہوں گے۔ غالباً کاغذ کی گرانی اور احباب کی الاماشاء اللہ بے اعتنائی موجب ہو۔ بہرحال الحکم اپنے یوم اجراء سے اس قسم کی بے التفاتیوں کا عادی ہے۔ مگر میں اپنے عزیز معاصرین سے کہوں گا۔ کہ الحکم نے سب سے دست تعاون بڑھایا ہے۔ اور اس کے صفحات اپنے پریس کی مضبوطی کے لئے ہر تحریک کے لئے کھلے رہیں گے۔ اس لئے اور صرف اس لئے کہ وہ ایک بصیرت کے ساتھ یقین کرتا ہے۔ کہ

قوموں کی زندگی میں اس کے پریس کی مضبوطی ضروری ہے

بہرحال مجھے شکوہ نہیں۔ میں اپنے جنون سے مجبور ہوں۔ کہ الحکم کو زندہ رکھنے کی ہر کوشش کروں۔ مگر میں دوستوں کو جگاؤں گا۔ ان کو جھنجھوڑوں گا۔ سوئے ہوئے یقیناً بیدار ہونگے ہاں جنہوں نے بیداری میں خواب آلودگی کو اختیار کیا ہے۔ انہیں صور اسرافیل ہی جگائیگا۔

(۴)

عزیز مکرم شیخ محمود احمد صاحب عرفانی اگلے اخبار کی اشاعت تک خدا کے فضل و رحم سے قادیان پہنچ جائیں گے۔ میرے مشورہ سے انہوں نے آئندہ رسالہ البشریٰ کے ساتھ اسلامی دنیا قاہرہ کو ختم کر دیا ہے۔ بہت ممکن ہے۔ عنقریب ہم ...... نام سے شائع ہو۔ تاہم اس کا جولائی کا نمبر اسکی آئندہ صورت کا ایک خاکہ ہوگا۔ وباللہ التوفیق۔ (عرفانی کبیر)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے فرمودات

دعا میں توقف کامیابی کا موجب ہوتا ہے دعا کے بعد جلدی جلدی جواب ملے۔ تو عموماً اچھا نہیں ہوتا۔ توقف کامیابی کا موجب ہوتا ہے۔ خدا تعالیٰ کا بظاہر تلون بھی رحمت ہے۔

رشک کا مقام دعا ہے نہ کہ دولت دنیا کی دولت۔ سلطنت اور شوکت رشک کا مقام نہیں ہے۔ مگر رشک کا مقام دعا ہے۔

اسلام رسمی طور پر گیا ہے یہ ملک بہت ہی قابل رحم ہے۔ اسلام صرف رسمی طور پر رہ گیا ہے۔ خدا تعالیٰ نے بڑا احسان کیا ہے۔ جو اپنا نذیر اس ملک میں بھیجا۔ اگر کوئی حاملہ عورت مر جاتی ہے۔ تو ہندوؤں کی طرح اس کے قبر کے گرد کیلیں کھودتے پھرتے ہیں۔ ملاں صاحب اس کام کے لئے عمر لیتے ہیں۔ ان کا یہ حال ہے۔ کہ کوئی کچھ کرائے۔ مگر اجرت دے دے یہاں تک کہ مکرر نکاح پڑھا دیتے ہیں۔

مرید اور مرشد کے تعلقات مرید اور مرشد کے تعلقات ایسے ہوتے ہیں۔ کہ ماں باپ اولاد کو اتنا عزیز نہیں سمجھتے جتنا مرشد مرید کو جانتا ہے۔ ماں باپ جسمانی تربیت اور تعلیم کے لئے کوشش کرتے ہیں۔ مگر مرشد مرید کی روحانی پیدائش کا موجب ہوتا ہے۔ اور اس کی اندرونی تعلیم اور تربیت کا ذمہ وار ہوتا ہے۔ بشرطیکہ راستباز ہو۔ اگر ریاکار اور دھوکہ باز ہے۔ تو وہ دشمن سے بھی بدتر ہوتا ہے۔

خدا بیند و بپوشد ہمسایہ بیند و خروشد خدا تعالیٰ کی ستاری ایسی ہے۔ کہ وہ انسان کے گناہوں اور خطاؤں کو دیکھتا ہے۔ لیکن انسان اپنے بھائی کی غلط کاریوں کو دیکھتا بھی نہیں اور شور مچاتا ہے۔ اصل بات یہ ہے۔ کہ انسان کم حوصلہ ہے اور خدا تعالیٰ کی ذات حلیم و کریم ہے۔ ظالم انسان اپنے نفس پر ظلم کر بیٹھتا ہے۔ اور کبھی کبھی خدا تعالیٰ کے علم پر پوری اطلاع نہ رکھنے کے باعث بیباک ہو جاتا ہے۔ اس وقت ذو انتقام کی صفت کام کرتی ہے۔ اور پھر اسے پکڑ لیتی ہے۔ ہندو لوگ کہا کرتے ہیں۔ کہ پرمیشر اوراتت میں دیر ہے۔ یعنی خدا حد سے زیادہ بڑھی ہوئی بات کو عزیز نہیں رکھتا۔ باایں ہمہ وہ بھی ایسا رحیم و کریم ہے۔ کہ ایسی حالت میں بھی اگر انسان نہایت خشوع خضوع کے ساتھ

حقائق و معارف

اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحم اور اسی کی توفیق سے اس کالم میں اس قسم کے مضامین درج ہوا کریں گے۔ جو ایک طرف پڑھنے والوں کی علمی اور ذہنی قوتوں میں غور اور فکر کی تحریک پیدا کریں۔ اور دوسری طرف ان کی عملی قوتوں کو نشوونما دیں۔ آج تبرکاً و تیمناً حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کلام سے اس کالم کا افتتاح کرتا ہوں۔ و باللہ التوفیق (عرفانی)

(۱)

عزیزو! اس دنیا کی مجرد منطق ایک شیطان ہے۔ اور اس دنیا کا خالی فلسفہ ایک ابلیس ہے۔ جو ایمانی نور کو نہایت درجہ گھٹا دیتا ہے۔ اور بے باکیاں پیدا کرتا ہے۔ اور قریب قریب دہریت کے پہنچا دیتا ہے۔ سو تم اس سے اپنے تئیں بچاؤ۔ اور ایسا دل پیدا کرو۔ جو غریب اور مسکین ہے۔ اور بغیر چون و چرا کے حکموں کو ماننے والے ہو جاؤ۔ جیسے کہ بچہ اپنے والدین کی باتوں کو مانتا ہے۔ قرآن شریف کی تعلیمیں تقویٰ کے اعلیٰ درجہ تک پہنچا دیتی ہیں۔ ان کی طرف کان دھرو۔ اور ان کے موافق اپنے تئیں بناؤ۔

(۲)

دعا اور استجابت میں ایک رشتہ ہے۔ جو ابتدا سے اور جب سے انسان پیدا ہوا ہے۔ برابر چلا آتا ہے۔ جب خدا تعالیٰ کا ارادہ کسی بات کے کرنے کے لئے توجہ فرماتا ہے۔ تو سنت اللہ یہ ہے۔ کہ اس کا کوئی مخلص بندہ اضطرار اور کرب اور قلق کے ساتھ دعا کرنے میں مشغول ہو جاتا ہے۔ اور اپنی تمام ہمت اور تمام توجہ اس امر کے ہو جانے کے لئے مصروف کرتا ہے۔ تب اس مرد فانی کی دعائیں فیوض الٰہی کو آسمان سے کھینچتی ہیں۔ اور خدا تعالیٰ ایسے نئے اسباب پیدا کر دیتا ہے جن بن جائے۔ دعا اگرچہ بعالم ظاہر انسان کے ہاتھوں سے ہے۔ مگر درحقیقت وہ انسان خدا میں فانی ہوتا ہے۔ اور دعا کرنے کے وقت میں حضرت احدیت و جلال میں ایسے فناہ کے قدم سے آتا ہے۔ کہ اس وقت وہ ہاتھ اس کا ہاتھ نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کا ہاتھ ہوتا ہے۔ یہی دعا ہے جس سے خدا پہچانا جاتا ہے۔ اور اس ذو الجلال کی ہستی کا پتہ لگتا ہے۔ جو ہزاروں پردوں میں مخفی ہے دعا کرنے والوں کیلئے آسمان زمین سے قریب آجاتا ہے۔ اور دعا قبول ہو کر مشکلکشائی کیلئے نئے نئے اسباب پیدا کئے جاتے ہیں۔

(۳)

مجھے خدا تعالیٰ نے جو مسیح موعود کرکے بھیجا ہے۔ اور حضرت مسیح ابن مریم کا جامہ مجھے پہنا دیا ہے۔ اسلئے میں نصیحت کرتا ہوں۔ کہ شر سے پرہیز کرو۔ اور نوع انسان کو بغضوں اور کینوں سے پاک کرو۔ اس عادت سے تم فرشتوں کی طرح ہو جاؤ گے کیا ہی گندہ اور ناپاک وہ مذہب ہے جو نفسانی بغض کے کانٹوں سے بھرا ہے۔ سو تم جو میرے ساتھ ہو۔ ایسے مت ہو۔ تم سوچو کہ مذہب سے حاصل کیا ہے؟ کیا یہی کہ ہر وقت مردم آزاری تمہارا شیوہ ہو نہیں بلکہ مذہب اس زندگی کے حاصل کرنے کے لئے ہے۔ جو خدا میں ہے۔ اور وہ زندگی نہ کسی کو حاصل ہوئی۔ اور نہ آئندہ ہوگی۔ بجز اس کے کہ خدائی صفات انسان کے اندر داخل ہو جائیں۔ خدا کے لئے سب پر رحم کرو۔ تا آسمان سے تم پر رحم ہو۔ آؤ میں تمہیں ایسی راہ سکھاتا ہوں۔ جس سے تمہارا نور تمام نوروں پر غالب ہو۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ

> تم تمام سفلی کینوں اور حسدوں کو چھوڑ دو۔ اور ہمدرد نوع انسان ہو جاؤ۔ اور خدا میں کھوئے جاؤ۔ اور اس میں اعلیٰ درجہ کی صفائی حاصل کرو۔ کہ یہی وہ طریق ہے۔ جس سے کرامتیں صادر ہوتی ہیں۔ اور فرشتے مدد کے لئے اترتے ہیں۔

دُعاء اور تدبیر

خدا تعالیٰ کا قانون قدرت جو ہماری نظر کے سامنے ہے۔ ہمیں بتلا رہا ہے۔ کہ سلسلہ تدابیر اور معالجات کا طلب اور استدعا سے وابستہ ہے۔ یعنی جب ہم فکر کے ذریعہ سے یا کسی اور جستجو کے ذریعہ سے کسی تدبیر اور علاج کو طلب کرتے ہیں۔ یا اگر ہم طلب کرنے میں احسن طریق کا ملکہ نہ رکھتے ہوں۔ یا اگر اس میں کامل نہ ہوں۔ تو مثلاً اس غور و فکر کے لئے کسی ڈاکٹر کو منتخب کرتے ہیں۔ اور وہ ہمارے لئے اپنی فکر اور غور کے وسیلہ سے کوئی احسن طریق ہماری شفاء کا سوچتا ہے۔ تب اس کو قانون قدرت کی حد کے اندر کوئی طریق سوجھ جاتا ہے۔ جو کسی درجہ تک ہمارے لئے مفید ہوتا ہے۔ سو وہ طریق جو ذہن میں آتا ہے۔ وہ درحقیقت اس خوض اور غور اور فکر اور توجہ کا نتیجہ ہوتا ہے۔ جس کو ہم دوسرے لفظوں میں [illegible] سکتے ہیں۔ کیونکہ فکر اور غور کے وقت جبکہ ہم ایک مخفی امر کی تلاش میں نہایت عمیق دریا میں اتر کر ہاتھ پیر مارتے ہیں۔ تو ہم ایسی حالت میں بزبان حال اس اعلیٰ طاقت سے فیض طلب کرتے ہیں۔ جس سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔ غرض جبکہ ہماری روح ایک چیز کے طلب کرنے میں بڑی سرگرمی اور سوز و گداز کے ساتھ مبدء فیض کی طرف ہاتھ پھیلاتی ہے۔ اور اپنے تئیں عاجز پاکر فکر کے ذریعہ سے کسی اور جگہ سے روشنی ڈھونڈھتی ہے۔ تو درحقیقت ہماری وہ حالت بھی دعا کی ایک حالت ہوتی ہے۔ اسی دعا کے ذریعہ سے دنیا کی کل حکمتیں ظاہر ہوئی ہیں۔ اور ہر ایک بیت العلم کی کنجی دعا ہی ہے۔ اور کوئی علم اور معرفت کا دقیقہ نہیں۔ جو بغیر اس کے ظہور میں آیا ہو۔ ہمارا سوچنا اور ہمارا فکر کرنا اور ہمارا طلب امر مخفی کے لئے خیال کو دوڑانا یہ سب امور دعا ہی میں داخل ہیں۔ فرق صرف یہ ہے۔ کہ عارفوں کی دعا آداب معرفت کے ساتھ وابستہ ہوتی ہے۔ اور ان کی روح مبدء فیض کو شناخت کر کے بصیرت کے ساتھ اس کی طرف ہاتھ پھیلاتی ہے۔ اور محجوبوں کی دعا صرف ایک سرگردانی ہے۔ جو فکر اور غور اور طلب اسباب کے رنگ میں ظاہر ہوتی ہے۔ وہ لوگ جن کو خدا تعالیٰ سے رابطہ معرفت نہیں اور نہ اس پر یقین ہے۔ وہ بھی غور اور فکر کے وسیلہ سے یہی چاہتے ہیں۔ کہ غیب سے کوئی کامیابی کی بات ان کے دل میں پڑ جائے اور ایک عارف دعا کرنے والا بھی اپنے خدا سے یہی چاہتا ہے کہ کامیابی کی راہ اس پر کھلے۔ لیکن محجوب جو خدا تعالیٰ سے ربط نہیں رکھتا۔ وہ مبدء فیض کو نہیں پہچانتا۔ اور عارف کی طرح اسکی طبیعت بھی سرگردانی کے وقت ایک اور جگہ سے مدد چاہتی ہے اور اسی کے مدد پانے کے لئے وہ فکر کرتا ہے۔ مگر عارف اس مبدء کو دیکھتا ہے۔ اور یہ تاریکی میں چلتا ہے۔ اور نہیں جانتا کہ جو کچھ فکر اور خوض کے بعد دل میں پڑتا ہے وہ بھی خدا تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے۔ اور خدا تعالیٰ متفکر کے فکر کو بطور دعا قرار دے کر بطور قبول دعا اس علم کو فکر کرنے والے کے دل میں ڈالتا ہے۔ غرض جو حکمت اور معرفت کا نکتہ فکر کے ذریعہ سے دل میں ڈالتا ہے۔ وہ بھی خدا سے آتا ہے۔ اور فکر کرنے والا اگرچہ نہ سمجھے۔ مگر خدا تعالیٰ جانتا ہے۔ کہ وہ مجھ سے ہی مانگ رہا ہے۔ سو آخر خدا سے اس مطلب کو پاتا ہے۔ اور جیسا کہ میں نے ابھی بیان کیا ہے۔ یہ طریق طلب روشنی اگر علی وجہ البصیرت اور ہادی حقیقی کی شناخت کے ساتھ ہو۔ تو یہ عارفانہ دعا ہے۔ اور اگر صرف فکر اور خوض کے ذریعہ سے یہ روشنی نامعلوم مبدء سے طلب کی جائے۔ اور منور حقیقی کی ذات پر کامل نظر نہ ہو۔ تو وہ محجوبانہ دعا ہے۔

اب اس تحقیق سے تو یہی ثابت ہوا۔ کہ تدبیر کے پیدا ہونے سے پہلا مرتبہ دعا کا ہے۔ جس کو قانون قدرت نے ہر ایک بشر کیلئے ایک امر لابدی اور ضروری ٹھہرا رکھا ہے۔ اور ہر ایک طالب مقصود کو طبعاً اس پل پر سے گزرنا پڑتا ہے۔ پھر جائے شرم ہے۔ کہ کوئی ایسا خیال کرے۔ کہ دعا اور تدبیر میں کوئی تناقض ہے۔ دعا کرنے سے کیا مطلب ہوتا ہے۔ یہی ہوتا ہے کہ وہ عالم الغیب جس کو دقیق در دقیق تدبیریں معلوم ہیں۔ کوئی احسن تدبیر دل میں ڈالے۔ یا بوجہ خالقیت اور قدرت اپنی طرف سے پیدا کرے۔ پھر دعا اور تدابیر میں تناقض کیونکر ہوا۔ علاوہ اس کے جیسا کہ تدبیر اور دعا کا باہمی رشتہ قانون قدرت کی شہادت سے ثابت ہوا ہے۔ ایسا ہی صحیفہ فطرت کی گواہی سے بھی یہی ثبوت ملتا ہے۔ جیسا کہ دیکھا جاتا ہے۔ کہ انسانی طبائع کسی مصیبت کے وقت جس طرح تدبیر اور علاج کی طرف مشغول ہوتی ہیں۔ ایسا ہی طبعی جوش سے دعا اور صدقہ اور خیرات کی طرف متحرک جاتی ہیں۔ اگر دنیا کی تمام قوموں پر نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوتا ہے۔ کہ اب تک کسی قوم کا کانشنس اس متفق علیہ مسئلہ کے برخلاف ظاہر نہیں ہوا۔ پس یہ ایک روحانی دلیل اس بات پر ہے۔ کہ انسان کی شریعت باطنی نے بھی قدیم سے تمام قوموں کو یہی فتویٰ دیا ہے۔ کہ وہ دعا کو اسباب اور تدابیر سے الگ نہ کریں۔ بلکہ دعا کے ذریعہ سے تدابیر کو تلاش کریں۔ غرض دعا اور تدبیر انسان کے دو طبعی تقاضے ہیں۔ کہ جو قدیم سے اور جب سے کہ انسان پیدا ہوا ہے۔ دو حقیقی بھائیوں کی طرح انسانی فطرت کے خادم چلے آئے ہیں۔ اور تدبیر دعا کیلئے بطور محرک اور جاذب کے ہے۔ اور انسان کی سعادت اسی میں ہے۔ کہ وہ تدبیر کرنے سے پہلے دعا کے ساتھ مبدء فیض سے مدد طلب کرے۔ تا اس چشمہ لازوال سے

مشاہدات وتاثرات

(از عرفانی کبیر)

(۱)

اگلے دن میں بس پر سوار جا رہا تھا۔ میرے ہاتھ میں ایک روزانہ اخبار تھا۔ ایک اور بانکے نواب میرے مقابل کی سیٹ پر تشریف فرما تھے۔ انہوں نے للچائی ہوئی آنکھوں سے اخبار کو دیکھا۔ اور اسکی موٹی موٹی سرخیوں کو دیکھ کر بیقرار ہوگئے۔ جیسے ایک بھوکے آدمی کے مُنہ سے دوسرے کو کھاتے دیکھ کر رال ٹپکنے لگتی ہے۔ آخر ان سے ضبط نہ ہو سکا۔ اور کسی قدر تحکمانہ لہجے میں کہنے لگے۔ کہ ایک ورق مجھے بھی دیدیجیے۔ میں نے نہایت متانت سے کہا۔ کہ میں گداگری کا مخالف ہوں۔ وہ اسے سمجھے نہیں۔ اور دوبارہ ارشاد فرمایا۔ حضرت! خبروں کا صفحہ ذرا مجھے تو دیجیے۔ میں نے پھر کہا۔ کہ میں قانون انسداد گداگری کا حامی ہوں۔ اس پر فرمایا۔ میں تو ابھی پڑھ کر واپس دے دوں گا۔ میں نے بالآخر کہا۔ کہ میں اخبار نہیں دیتا۔ آپ کو خرید کر پڑھنا چاہیئے۔ دوسرے قریب کے لوگوں نے دلچسپی سے اس مکالمہ کو سنا۔ مگر تھوڑی دیر کے بعد ایک اور نے کہا۔ کہ آپ پڑھ چکے ہوں۔ تو مقامی خبروں کا صفحہ عنایت فرمائیے۔

(۲)

میں نے اس حالت کو پہلی مرتبہ نہیں دیکھا۔ سوائے یورپ کے جہاں مانگ کر اخبار پڑھنا شرف انسانیت کے خلاف سمجھا جاتا ہے۔ ہندوستان میں ہر جگہ یہ عادت موجود ہے۔ جو ملک میں پریس کی حالت کو درست ہونے نہیں دیتی۔ اگر بھیک مانگ کر روٹی کھانا معیوب ہے۔ تو اخبار مانگنا کیوں جائز ہے؟ یورپ کے لوگوں کو میں نے ہر جگہ دیکھا ہے۔ کہ وہ مانگ کر اخبار پڑھنا معیوب سمجھتے ہیں۔ اور یہ امر ان کی آداب تہذیب میں داخل ہو چکا ہے۔ بلکہ اکثر لوگ اپنا اخبار پڑھ کر ٹرین میں چھوڑ جاتے ہیں۔ تو ان اخبارات کو بھی کوئی نہیں اٹھاتا۔ سب سے عجیب بات جو میں نے قیام لنڈن کے زمانہ میں دیکھی۔ وہ یہ تھی۔ کہ صبح بیدار ہونے سے پیشتر دودھ والا اور اخبار والا دروازے سے باہر دودھ اور اخبار رکھ جاتا تھا۔ میں نے پونے دو سال کے قریب عرصہ میں ایک دن بھی نہ دیکھا۔ کہ کسی نے میرا اخبار اٹھا لیا ہو۔ اور یہی وجہ ہے۔ کہ وہاں عام رائے پیدا کی جاتی ہے۔ اور اخبار ایک طاقت ہے۔ میری رائے میں تو جہاں انسداد گداگری کے لئے قانون بنایا جاتا ہے۔ وہاں مانگ کر اخبار پڑھنے کو بھی حرام قرار دینا چاہیئے۔

(۳)

پھر میں نے ایک اور طبقہ کو بھی دیکھا ہے۔ یہ بڑے آدمیوں کا طبقہ ہے۔ یا لیڈروں کی جماعت ہے۔ اسلئے کہ وہ اپنے آپ کو لیڈر ہی سمجھتے ہیں۔ وہ اپنا حق سمجھتے ہیں۔ الا ماشاء اللہ کہ ان کو اخبار مفت دیا جاوے۔ یہ لوگ اسی کو احسان سمجھتے ہیں۔ کہ وہ کسی اخبار کو لیتے ہیں۔ یا اس میں ان کا کوئی بیان یا ان کے جلوس کے طول و عرض کی کیفیت شائع ہو جاوے۔ اس قسم کی ذہنیت نے ملک اور قوم کو بہت نقصان پہنچایا ہے۔ اور اس مفت خوری کی عادت نے اخلاقی زوال کے علاوہ ذہنی ترقی کو بھی روک دیا ہے۔ اختلاف رائے کی نوعیت بدل گئی۔ اور خوشامد پسندی نے لوگوں کی حق گوئی کی قوت کو کمزور کر دیا۔ ضرورت ہے۔ کہ اہل ملک اس ذہنیت میں تبدیلی کریں۔ اور وہ لوگ جن کو خدا تعالیٰ نے بڑا بنایا ہے۔ وہ اپنی عظمت کو مفت خوری کا ذریعہ نہ بنائیں۔ بلکہ پریس کی مدد کرکے اسکی ترقی کے اسباب پیدا کریں۔

(۴)

میری خودداری اور احترام ذاتی کے نظارے بعض ان دوستوں نے دیکھے ہیں۔ جنہیں میرے ساتھ کسی حکام یا دوسرے بڑے لوگوں سے ملنے کا اتفاق ہوا ہے۔ میں اپنی سادگی میں بھی انسانیت کے شرف کو گرنے نہیں دیتا۔ اگلے روز میں یہاں ایک وزیر مال کی اہلیہ محترمہ کے ساتھ ایک مقام پر کھڑا تھا۔ ایک بڑے عہدہ دار نے کہا۔ آپ کون ہیں؟ میں نے کہا۔ آدمی ہوں۔ میرے جواب پر اسے کچھ حیرت اور زیادہ غصہ آیا۔ کچھ اور تو کہہ نہ سکا۔ کہ اسے یقین تھا۔ کہ جواب تلخ ہوگا۔ کہا آپ یہاں کیوں کھڑے ہیں۔ ادھر جائیے۔ میں نے کہا۔ میں تو نہیں جا سکتا۔ آپ کو کچھ کہنا ہے۔ تو خاتون موصوفہ سے کہیئے۔ میں ان کے ساتھ ہوں۔ آخر وہ خاموش ہو کر خود چلے گئے۔

انسانیت کے اس زوال کو دیکھ کر مجھے تعجب ہوا۔ کہ انسان اپنی کبریائی کا غلط اندازہ کرتا ہے۔ کبریائی ذات باری ہی کو سزاوار ہے۔ قرآن کریم نے اسی لئے فلسفہ مساوات پر زور دیا ہے۔ اور عزت و اکرام کا ایک ہی باعث قرار دیا ہے۔

اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ

مشاہدات اور تاثرات کی دنیا

(۱)

میں نے اپنے گرد و پیش دیکھا۔ اور اپنے وجود اور اسکی ضروریات پر نظر کی۔ تو معلوم ہوا۔ کہ مجھے اپنی زندگی کے لئے جن چیزوں کی ضرورت ہے۔ وہ خدا تعالیٰ نے میری کسی درخواست میرے کسی عمل کے بدوں پیدا کر دی ہیں۔ اور جس قدر کسی چیز کی ضرورت ہے۔ اسے اسی نسبت سے پیدا کیا ہے۔ ہوا کی ضرورت سب سے زیادہ ہے۔ وہ عام ہے

اور ہر وقت اس کے سمندر میں ہی تیرتا ہوں۔ میرے۔ جوا کی بہت ہی کم ضرورت ہے۔ اسی نسبت سے وہ دنیا میں موجو ہیں۔ میں نے خدا تعالیٰ کی اس صفت پر غور کیا۔ تو معلوم ہوا۔ ک انسان کے دل کو امید اور جوشش سے لبریز کرنے والی یہ صفت ہے۔ اور اسی کو رحمٰن کہتے ہیں۔ قرآن مجید سے پہلے دنیا خدا کی اس صفت سے غافل تھی۔ انسان اپنی حقیقی ضروریات کا احساس کرکے اگر عملی قدم اٹھائے۔ سامان کا ذخیرہ اس صفت کے ماتحت اسے موجود ملیگا۔

(۲)

میں نے بجلی کی ایک بیٹری کو دیکھا۔ کہ اس کے ذریعے ایک قوت پیدا کی جاتی ہے۔ جس کو بجلی کہتے ہیں۔ اور اس کے ذریعہ سے ہم عجیب و غریب معجزات کو دکھاتے ہی یہاں تک کہ ایک بیجان چیز میں اسکی رَو کو داخل کر دیا جا تو اس میں حرکت پیدا ہو جائے۔ خبر رسانی اور روش کے لئے استعمال کرتے ہیں۔

انسانی دماغ کو میں نے دیکھا۔ کہ وہ بھی اس بجلی کی بیٹر سے کم نہیں۔ وہ ضروری اوزاروں کی مدد سے بجلی ہی ک ذریعہ اپنا کام لیتا ہے۔ بلکہ بجلی کو عملی خادم بنانے میں ا دماغ کے کمال کو ہی دخل ہے۔ خود انسانی جسم جن ذرات بنا ہے۔ وہ بھی ایک خاص قسم کی الکٹرسٹی اپنے اندر رکھ ہے۔ لیکن بعض مادی اسباب کے حجاب اسے ظاہر نہیں ہ دیتے۔ لیکن بعض اوقات ہماری آنکھ ہمارے سُننے کی قوت حیرت انگیز کرشمے دکھا سکتی ہیں۔ مگر تم توجہ نہیں کرتے۔ خواب کی دنیا کے عجائبات الغیب میں سے ایک ہیں۔ میں ا خیالات کی رَو میں ڈوب گیا۔ اور میں نے اپنے جسم کو بج کے سمندر میں تیرتے ہوئے دیکھا۔ اور میں نے مادیات کو غ اور غیر مادی چیزوں کو مادیات کی صورت میں تبدیل ہو پایا۔ میں نے دودھ کو دیکھا۔ کہ علم کی شکل ہے۔ اور اجرا سماوی کو دیکھا۔ کہ وہ انسانوں کی شکل میں تبدیل ہو رہ ہیں۔ اس تماشا کو دیکھا اور ہنس دیا کہ انسان بڑی قوت ہے۔ میں اپالو بندر پر باب الہند کی عالیشان عمارت کو دیکھ رہا تھا۔ میں نے کہا۔ کہ یہ ہندوستان کی فراخ کا ایک نشان ہے۔ وہ باہر سے آنے والے اجنبی ک کھلا ہے۔ میرے کان میں ایک آواز اس عمارت کی طرف سے آئی۔ کہ تو غلط کہتا ہے۔ یہ ہندوستان غلامی کا نشان ہے۔ کہ قوت و طاقت کی نمائش اس سے مظاہرہ ہوتا ہے۔ یہاں وہ لوگ اترتے ہی جو ہندوستان پر حکومت کرتے ہیں۔ وہ اسی دروا سے واپس جاتے ہیں۔ اسکی سیڑھیوں پر ہندو اپنا خراج عقیدت انہیں پیش کرتا ہے۔ جبکہ وہ س ہند پر قدم رکھتے ہیں۔ اور اپنی وفاداری کا یقین د ہیں۔ جبکہ وہ واپس جاتے ہیں۔ میں نے اس آواز کو اور اپنی بے کسی کو دیکھ کر سمندر کی طرف منہ کر کے کھڑ ہوگیا۔ تاکہ خیالات کی رَو کو سمندر کی لہروں میں گم کر د

الحکم میں اشتہار دیکر اپنی تجارت
کو فروغ دیں

میں احمدی کیونکر ہوا؟

(۲)

گذشتہ سے پیوستہ

آج بتاریخ ۴ اپریل آٹھ بجے صبح برمکان خاکسار واقعہ ۲۶ بلاک سرگودھا بموجودگی بھائی غلام محمد صاحب احمدی منشی ڈسٹرکٹ بورڈ سرگودھا۔ مکرمی بھائی صاحب ملک گل محمد احمدی محرر ضلع جنرل اسسٹنٹ سرگودھا نے نیازمند کی درخواست کے جواب میں لکھوایا:۔

"سال ۱۹۱۸ء کا سالانہ جلسہ قادیان جو کہ اپریل میں ہوا۔ بوجہ انفلوانزا ئیں۔ بھائی محمد عالم ساکن لاہور جنہوں نے بائیسکلوں کی دکان نکالی ہوئی ہے۔ ایک ٹم ٹم پر بیٹھے ہوئے قادیان جا رہے تھے۔ ان کے ہمراہ ان کے چھوٹے چھوٹے بچے بھی تھے اور میں تنہا تھا۔ بٹالہ سے قریباً چھ میل فاصلہ پر سڑک کے دائیں پہلو جاتے ہوئے موضع ھبانیاں واقعہ ہے۔ جس میں ایک اونچے میناروں والی مسجد بنی ہوئی میں نے دیکھی۔ میں نے ان سے پوچھا۔ کہ اس موضع کا کیا نام ہے۔ انہوں نے مجھے نام بتلایا۔ اور کہا کہ میں اس موضع کے متعلق اپنا ایک قصہ سناتا ہوں۔

میں انٹرنس میں پڑھتا۔ ایک رات خواب میں حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک نہایت ہی بارعب شکل میں ایک دربار میں دیکھا۔ ان کے دائیں پہلو میں ایک شخص کھڑا ہو کر کچھ کاغذات پیش کر رہا ہے۔ حضور نے میری طرف نگاہ فرما کر اس کھڑے شخص کی طرف اشارہ فرمایا۔ اور فرمایا۔ ھٰذا خلیفۃ اللّٰہ۔ جب میں بیدار ہوا۔ تو میرے دل میں قادیان کی محبت ڈالی گئی۔ اور بجائے سکول جانے کے میں گاڑی پر بٹالہ چلا آیا۔ اس وقت بٹالہ کے اسٹیشن پر کوئی مسافروں کے لئے سواری کا انتظام نہ ہوتا تھا۔ شام کا وقت تھا۔ میں پیدل چل پڑا۔ جب یہ گاؤں مجھے نظر آیا۔ تو میں نے سمجھا یہی قادیان ہے۔ سردی کا موسم تھا۔ تھوڑا تھوڑا ترشح ہو رہا تھا۔ میں اس موضع کی طرف چل پڑا۔ داخل ہو کر لوگوں سے پوچھا۔ کہ یہی قادیان ہے۔ تو انہوں نے کہا۔ قادیان یہاں سے فاصلہ پر ہے۔ تم یہاں ٹھیرو۔ صبح چلے جانا۔ میں نوجوان تھا۔ طبیعت میں جوش تھا۔ دل میں محبت بھری تھی۔ میں نہ ٹھیرا۔ اور قادیان کا پتہ دریافت کر کے اس طرف چل پڑا۔ رات اندھیری تھی۔ ایک موقعہ پر ایک مردہ مویشی کو کتے کھا رہے تھے۔ جب میں پاس سے گذرا۔ تو کتوں نے میری سلوار پھاڑ دی۔ ان سے پیچھا چھڑا کر رات کے کسی حصہ میں میں قادیان پہنچا صبح اٹھ کر حضرت صاحبؑ کا مکان دریافت کیا۔ مکان پر پہنچ کر کنڈا کھٹکھٹایا۔ ایک عورت نکلی۔ جس کو ملاقات کے لئے رقعہ دیا گیا۔ جس پر حضرت اقدسؑ نے جواب بھیجا۔ کہ ہم ایک ضروری مضمون لکھ رہے ہیں۔ نماز ظہر کے وقت باہر آویں گے۔ اس وقت ملنا۔ طبیعت میں لڑکپن تھا۔ اور کوئی زیادہ ادب مدنظر نہ تھا۔ میں نے اسی رقعہ پر پھر لکھا۔ کہ میں سکول چھوڑ کر آیا ہوں۔ آپ اپنے آپ کو مامور کہتے ہیں۔ مامور تو رحم کر کے بڑا کرتے ہیں۔ اگر

اس عورت کو دے دیا۔ جس پر وہ تھوڑے وقت کے بعد جواب لائی کہ تم ٹھیرو ہم ابھی آتے ہیں۔ جب حضرت اقدسؑ باہر نکلے۔ تو بعینہٖ وہی شخص تھے۔ جو حضرت محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رات کے دربار میں دائیں پہلو میں کھڑے ہوئے دیکھے تھے۔ زیارت کے بعد مجھ پر سخت رقت طاری ہوئی۔ اور میں نے بے ساختہ زور سے رونا شروع کر دیا۔ آپؑ میرے پاس کھڑے ہوئے سر پر ہاتھ رکھ کر پیار کر رہے تھے۔ کہ صبر کرو۔ روتے کیوں ہو۔ میں نے اپنی سرگذشت وہاں تک پہنچنے کی کتوں کے پھاڑنے کی سنائی۔ اور بیعت کی درخواست کی۔ آپ نے فرمایا۔ تین دن ٹھیرو۔ اب میری تسلی ہو چکی تھی۔ طبیعت کا اضطراب جاتا رہا تھا آپ نے تیسرے روز نماز عصر کے بعد بیعت کے لئے فرمایا۔ اور اپنے بچوں کی طرف جو اس کے ساتھ ٹم ٹم پر سوار تھے۔ اشارہ کر کے کہا۔ کہ یہ سب حضورؑ کی دعا کی بدولت ہیں۔ میں نے پوچھا۔ کس طرح۔ انہوں نے پھر ذکر شروع کیا۔ کہ جب بیعت سے فارغ ہو کر میں واپس لاہور پہنچا۔ تو اس وقت حضرت صاحبؑ کی بڑی خطرناک مخالفت تھی۔ اس وقت میرے والدین یہ سنکر کہ یہ احمدی ہو گیا ہے۔ ناراض ہو گئے۔ اور بہت کچھ برا بھلا کہا۔ انہی دنوں میں میں اپنی ایک رشتہ دار نوجوان عورت پر عاشق ہو گیا۔ میں نے اسکی شادی کے واسطے والدین کو کہا۔ خود کوشش کی۔ حضرت اقدسؑ کو خط لکھے۔ مگر کامیابی کی صورت پیدا نہ ہوئی۔ میں متواتر حضرت صاحبؑ کو خط لکھتا رہا۔ کچھ عرصہ کے بعد حضرت اقدسؑ کی طرف سے مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم کا دستی خط پہنچا۔ کہ حضرت فرماتے ہیں کہ یہ دعا منظور ہونے والی نہیں ہے۔ ہم جب اس معاملہ کے لئے دعا کرتے ہیں۔ ہمارے ہاتھ پیچھے کھینچے جاتے ہیں۔ اس واسطے تم اس عورت کا خیال چھوڑ دو۔ جس پر پھر میں نے عرض کر بھیجا۔ کہ یہ میرے اختیار سے باہر ہے۔ حضور ہی دعا فرما دیں۔ تاکہ یہ خیال جاتا رہے۔ پھر کچھ عرصے کے بعد بدستخطی مولوی عبدالکریم صاحب ایک خط گیا۔ کہ حضورؑ فرماتے ہیں۔ کہ آج رات کو مجھے الہام ہوا ہے۔ کہ ہم نے اس کا دل اس عورت سے ہٹا دیا ہے۔ اس واسطے اس الہام کی اطلاع محمد صالح کو دے دو۔ خدا کی قدرت اسی راستہ کہ میرا دل اس سے متنفر ہو چکا تھا۔ اس خط کے بعد وہ خیال ہی جاتا رہا۔ بوجہ مخالفت شادی کوئی نہیں دیتا تھا۔ میں تنگ ہو کر قادیان چلا گیا۔ حضورؑ کو ملا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ یہاں چھ مہینے ٹھیر کر کام کرو۔ وہاں ٹھیر گیا۔ مجھے کتابوں کے پروف دیکھنے کے لئے معین کیا گیا۔ حکیم فضل دین صاحب کے مطبع میں ہوتا تھا۔ اور وہاں پروف دیکھتا تھا۔ ایک دن کا ذکر ہے۔ کہ حضرت اقدسؑ کا ایک ملازم ایک شیشے کا مرتبان اٹھائے ہوئے میرے پاس آیا۔ اور کہا۔ کہ حضرت صاحبؑ کے گھر کے لئے مربہ ہلیلہ لینا ہے۔ تم ہمارے ساتھ چلو۔ میں اس کے ساتھ چل پڑا اور مرتبان میں

حصہ اس سے جدا ہو کر زمین پر گرنے سے پاش پاش ہو گیا۔ اس ملازم نے کہا۔ کہ میں آپ کو اس نقصان رسانی کی شکایت کے لئے پیش کرتا ہوں۔ چنانچہ حضرت اقدسؑ کے دروازے پر لے گیا۔ اور حضرت ام المؤمنین کے حضور شکایت کہلا بھیجی۔ کہ محمد عالم نے مرتبان توڑ دیا۔ اندر سے جواب ملا۔ کہ ہمارا ملازمین کے ساتھ کچھ واسطہ نہیں ہے۔ اگر کچھ کہنا ہے تو حضرت صاحبؑ کو کچھ کہو۔ وہ مجھے پکڑ کر حضرت صاحبؑ کے حضور باغ میں لے گیا۔ اور جا کر شکایت کی۔ حضرت صاحبؑ نے مسکرا کر فرمایا۔ کہ کیا ہوا۔ مرتبان ٹوٹ گیا۔ ہمارے گھر لوگ اس قدر برتن لاتے ہیں۔ کہ اگر ٹوٹیں نہیں۔ تو ہمارے بیٹھنے کی جگہ نہ رہے۔ اچھا ہوا۔ ٹوٹ گیا۔ میں نے حضور میں عرض کی۔ کہ میں لاہور جاؤں گا۔ تو ایسا مرتبان لاؤں گا۔ تو حضورؑ نے فرمایا۔ اسلام میں تاوان حرام ہے۔ ہم واپس چلے آئے۔

ایک روز کا ذکر ہے۔ کہ نماز عصر مسجد میں پڑھنے کے بعد آپ نے مجھے فرمایا۔ کہ تمہاری شادی کا انتظام ہو گیا ہے۔ تم جاؤ۔ دوسرے روز جب گھر پہنچا۔ تو والد صاحب نے مجھے کہا۔ کہ فلاں لڑکی والے بہت جلد تیار ہیں۔ ہم تم کو خط لکھنے لگے تھے۔ تم نے بہت اچھا کیا ہے۔ کہ جلد آ گئے۔ چنانچہ نکاح ہو گیا۔ اور یہ بال بچے اسی سے ہیں۔"

خاکسار گل محمد احمدی ساکن چکوال حال ملازم ضلع سرگودھا۔

میں نے واقعی یہ لکھوایا ہے۔ اور تحریر ہونے کے بعد سن لیا ہے۔ درست ہے۔ راقم گل محمد احمدی بقلم خود ۴ اپریل ۱۹۲۳ء

فضل احمد احمدی بی۔ اے آنرس بی۔ ٹی انگلش ماسٹر گورنمنٹ ہائی سکول سرگودھا۔ بقلم خود۔ ۴ ۴/۲۳

میرے روبرو یہ مضمون لکھوایا گیا۔ اور سنایا گیا۔ غلام محمد احمدی سکنہ موضع بھکہ

جب مندرجہ بالا تحریر پڑھ کر جناب ملک صاحب کو صحیح کرنے کی غرض سے سنائی گئی۔ تو آپ نے دستخط کرنے کے بعد فرمایا۔ کہ اسی سفر میں بھائی محمد عالم صاحب نے یہ بھی ذکر کیا۔ کہ جب کبھی میں حضرت صاحب کے سامنے ہوتا تھا۔ حضور مجھے دیکھ کر مسکراتے تھے۔ ایک روز آپ کی کمال شفقت دیکھ کر میں نے دعا کے واسطے عرض کی۔ آپؑ نے فرمایا۔ کہ تم بار بار دعا کے واسطے نہ کہا کرو۔ ہم نے تمہارے واسطے اس قدر دعائیں کی ہیں۔ کہ اگر ان کو جمع کیا جاوے۔ تو ایک پہاڑ بن جاوے۔"

فضل احمد بقلم خود ۴ ۴/۲۳

خاکسار گل محمد احمدی مذکور الصدر بقلم خود ۴ اپریل ۲۳ء

خریداران الحکم توجہ فرمائیں

تمام بقایادار از راہ کرم اپنا اپنا بقایا صاف کر کے مشکور فرماویں۔ نیز الحکم کے دفتر سے وی۔ پی جاری کئے جا رہے ہیں۔ جن کو وصول کرنا آپ کا اخلاقی فرض ہے۔

پیارے مسیحؑ کے پیارے حالات

خداتعالیٰ کی مخلوق سے عام ہمدردی کا جذبہ

خداتعالیٰ کے مامور و مرسلین کی بعثت کی غرض یہی اسکی مخلوق کی ہمدردی ہوتی ہے۔ اور وہ ہمدردی میں کچھ ایسے خمیر کئے جاتے ہیں۔ کہ انہیں دوسروں کے لئے اپنی جان دے دینی آسان معلوم ہوتی ہے۔ اس ہمدردی کا پہلا اور آخری مرحلہ یہ ہوتا ہے۔ کہ خداتعالیٰ سے دور افتادہ بندے اس سے عہد صلح باندھ کر حقیقی عبودیت کے مقام پر کھڑے ہو جائیں۔ اور ان میں زندہ اور گناہ سوز ایمان پیدا ہو جاوے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اسی فطرت اور روح ہمدردی کی طرف قرآن مجید کی اس آیت میں اشارہ کیا گیا ہے۔ لعلک باخع نفسک الا یکونوا مومنین (یعنی اے نبی کیا تو اپنے آپ کو اس وہم و غم میں) ہلاک کر لیگا۔ کہ یہ لوگ مومن نہیں ہوتے۔ جس جس قدر ان کی زندگی کا مطالعہ کریں گے۔ ان کے ہر فعل اور قول میں انسانی ہمدردی کی روح موجود ہوگی۔ اور کسی وقت بھی وہ اس مقصد کو اپنے سامنے سے اوجھل نہیں ہونے دیتے۔ اور اس راہ میں ہر دکھ (اور ہر قربانی کو آسان سمجھتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے براہین لکھنے وقت اسی جوش اور جذبہ ہمدردی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا۔

بدل دردے کہ دارم از برائے طالبانِ حق
نمے گردد بیاں آں درد از تقریر کوتاہم

اور آپ کی زندگی کے مختلف شعبوں اور شیون میں اسی جذبہ کا عملی اظہار نظر آتا ہے۔ وہ اپنے سے سلوک کرتے ہیں۔ تو اپنے نفس کے لئے نہیں۔ بلکہ ان کی بھلائی اور بہتری کے لئے۔ غیروں سے باوجود گالیاں سننے اور دکھ اور تکلیف پر تکلیف محسوس کرنے کے ان کے لئے دعائیں کرتے اور حتی الوسع اخلاقی اور مادی مدد سے بھی دریغ نہیں کرتے۔ میں اسی سیرت میں دکھا آیا ہوں۔ کہ جان ستان دشمنوں کے ساتھ بھی آپ کا سلوک کیسا کریمانہ اور ہمدردانہ تھا۔ وہ اپنے سخت سے سخت دشمنوں کو بھی ایسے وقت جبکہ انہیں انتقام لینے کا پورا موقعہ اور مقدرت حاصل تھی۔ معاف کر دیتے تھے۔ جیسا کہ میں نے بتایا۔ کہ پادری مارٹن کلارک جس نے اقدام قتل کا جھوٹا مقدمہ آپ پر دائر کیا تھا۔ کو باوجودیکہ عدالت نے کہا۔ کہ آپ کو ان پر مقدمہ چلانے کا حق ہے۔ معاف کر دیا۔ اور مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی (جو اسی مقدمہ میں خطرناک گواہ بن کر آیا تھا۔ اور حضرت کا جائز حق تھا۔ کہ اسے رسوا اور ذلیل ہونے دیا جاتا) مگر اس حالت میں بھی حضور نے پسند نہ کیا۔ کہ اس پر سوالات جرح میں ایسے سوالات کئے جاویں۔ جن سے اسکی زندگی تلخ ہو جاوے۔ اس قسم کی متعدد اور بیسیوں مثالیں ہیں۔ مختلف لکھنے والے انہیں جمع کر دیں گے۔

المختصر ان لوگوں کی ہمدردی ایک نمونہ اور اسوہ ہوتی

لئے جو آپ کو لکھتا۔ دعا کرتے۔ اور ان دعاؤں کے متعلق آپ کا جو معمول تھا۔ وہ حیرت انگیز تھا۔ چنانچہ حضور نے ۲۶؍ کو ایک مجلس میں بعض لوگوں کے سوالات کا جواب دیتے ہوئے اسی سلسلہ میں آپ نے فرمایا۔

حضرت مسیح موعودؑ کی ہمدردی دعا کے رنگ میں

"جو خط آتا ہے۔ میں اسے پڑھ کر اس وقت تک ہاتھ سے نہیں دیتا۔ جب تک دعا نہ کر لوں۔ کہ شاید موقع نہ ملے یا یاد نہ رہے۔"

اب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس طرز عمل پر غور کرو۔ کہ حضور کی خدمت میں سینکڑوں خطوط آتے تھے۔ اور آپ جیسا کہ فرماتے ہیں۔ کسی خط کو ہاتھ سے نہیں دیتے تھے۔ جب تک کہ اس کے متعلق دعا نہ کر لیں۔ غور کرو۔ کہ کس قدر موتیں یہ وجود ہر روز اپنے اوپر وارد کرتا ہوگا۔ اپنے کسی ذاتی فائدہ کے لئے نہیں۔ کسی دنیوی متاع اور مقصد کے واسطے نہیں۔ محض دوسروں کی بھلائی اور فلاح کے لئے۔ یہ فطرت اور یہ سیرت کیا کسی ایسے شخص کو مل سکتی ہے۔ جو خدا کا مرسل نہ ہو۔

ہم جانتے ہیں۔ اور خود ہمارے اعمال اس امر کی شہادت ہیں۔ کہ بسا اوقات ہم دوسروں کے خطوط کے جواب تک بھی نہیں دیتے مگر یہ کیا دل اور کیسی روح ہے۔ کہ دوسروں کی ہمدردی میں اس قدر سوز اور قلق اپنے اندر پیدا کرتا ہے۔ دعاؤں کے متعلق حضورؑ نے بارہا فرمایا۔ کہ

"منگے سو مر رہے"

یعنی حالتِ دعا کو پیدا کرنے کے لئے موت کو اپنے اوپر وارد کرنا ہوتا ہے۔ جو دوسروں کے لئے دعا کا اس قدر جذبہ اپنے اندر رکھتا ہے۔ اس کی ہمدردی کا نقشہ دکھانا قطعاً ناممکن ہے۔ اگر حضرت مسیح موعودؑ کی عامہ ہمدردی کے دوسرے مناظر اور واقعات ہم نہ بھی پیش کریں۔ تو صرف آپ کا یہ ارشاد اور آپ کا طرز عمل اس خصوص میں آپ کو لانظیر قرار دیتا ہے۔ ہمدردی کی یہ خصوصیت نہایت ہی اعلیٰ درجہ اور صفائی کامل کے ساتھ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وجود باجود میں پائی جاتی تھی۔ کیونکہ خداتعالیٰ نے آپ کو رحمۃ للعٰلمین بنا کر بھیجا تھا۔ اور پھر وہی جوہر آپ کے بروز اور ظل حضرت مسیح موعود علیہ السلام میں نظر آتا ہے۔

یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ہمدردی جو عام نوع انسان سے ہی نہیں۔ بلکہ خلق اللہ سے تھی۔ اس کے متعلق میں ایک اور پہلو سے روشنی ڈالنا چاہتا ہوں۔ اور ہر قلب سلیم سے اپیل کرتا ہوں۔ کہ وہ اس پر غور کرے۔ کہ

خلق اللہ کا یہ غمخوار کس مقام پر کھڑا ہے

نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نقش قدم پر تھی۔ آج سے قریباً ساٹھ سال پہلے کی حضرت کی مجھے ایک تحریر ملی ہے۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرۃ کا خلاصہ اور مغز ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کسی نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت کے متعلق سوال کیا ہے۔ تو اس عالمہ اور فقیہہ خاتون نے کیا لطیف جواب فرمایا۔ کہ حضرتؐ کی سیرت قرآن کریم ہے۔ حقیقت میں یہ بڑا پر معرفت اور بلیغ جواب ہے۔ کیونکہ قرآن مجید کی تعلیم جس اعلیٰ اور اصفیٰ مقام پر واقع ہوئی ہے۔ اسکی وحی نازل نہیں ہوسکتی۔ جب تک کہ اسی شان اور مرتبہ کا قلب نہ ہو۔ یہ ایک نقطۂ معرفت ہے۔ جس پر بہت کچھ غور کرنے کی ضرورت ہے۔ یہ تحریر جس کا میں نے ذکر کیا ہے۔ میں نے اس کو پڑھا۔ تو اس لذت اور خوشی کا اظہار نہیں کر سکتا۔ جو میرے دورانِ خون کے ساتھ تمام بدن میں پھیل گئی۔ اور میں یقین کرتا ہوں۔ کہ آپ جب پڑھیں گے۔ تو ایک تواجد کی کیفیت آپ کے اندر ضرور پیدا ہو جاویگی۔ کہنے کو یہ ایک فقرہ ہے۔ مگر اسکی تفسیر اور شرح سینکڑوں نہیں ہزاروں صفحات لکھوانا چاہتی ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے لکھا ہے۔ کہ

المساجد مکانی والصالحون اخوانی
وذکر اللہ مالی وخلق اللہ عیالی

میرا مکان مسجدیں ہیں۔ اور صالحین میرے بھائی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ذکر میرا مال و دولت ہے اسکی مخلوق میرا کنبہ ہے

دوستو! خدا کے لئے غور کرو۔ اور دنیا کو اس عظیم الشان وسیع الحوصلہ کا پتہ دو۔ کہنے کو یہ چار فقرے ہیں۔ مگر ان کے اندر جس قدر حقائق اور معارف کا ذخیرہ ہے۔ میں یا آپ اس کا اندازہ نہیں کر سکتے:

اس قلب کی وسعت حوصلگی کا اندازہ کرو۔ جو کہتا ہے۔ "خلق اللہ عیالی" دنیا کی ساری مخلوق کو جو اپنا کنبہ سمجھتا ہے۔ اسکی ہمدردی۔ رحم۔ چشم پوشی۔ انکساری۔ مروت کی کوئی حد بھی ہو سکتی ہے۔ ہرگز نہیں۔ جیسے اللہ تعالیٰ ربوبیت عامہ ہے۔ وہ رب العالمین ہے۔ اسی طرح یہ وہ شخص جو حضرت مسیح موعودؑ کی شان سے دنیا میں نازل ہوا۔ خلق اللہ کو اپنا عیال قرار دیتا ہے۔

حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرمایا۔ ما ارسلنک الا رحمۃ للعالمین۔ اسی طرح احمد قادیان اپنے قلب کی کیفیت بیان کرتا ہے۔ اس چھوٹے سے سینہ میں کائنات عالم کے لئے ہمدردی کا دریا موجزن ہے۔

اس قدر وسعت قلب اور مواسات کا جذبہ کسی انسان میں پیدا نہیں ہوسکتا۔ جب تک کہ وہ خدا کے اپنے ہاتھوں سے پاک وصاف نہ کیا گیا ہو۔ اور اللہ تعالیٰ کی ربوبیت و رحمت عامہ کی تجلی ہر وقت اس پر سایہ فگن نہ ہو۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ روئے زمین پر اللہ تعالیٰ کی ایک بھی مخلوق ایسی نہ تھی جس سے مسیح موعود کو ہمدردی اور محبت نہ ہو۔ آج سے ساٹھ سال پیشتر جب انہوں نے اپنے قلب کا مطالعہ کرکے یہ فقرہ لکھا ہوگا۔ کیا تم سمجھ سکتے ہو۔ کہ اسے اپنے

نے فرمایا۔ الم نشرح لک صدرک۔ اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا شرح صدر کر دیا۔ اس میں کوئی بغض اور کینہ کسی سے باقی نہ رکھا گیا۔ یہ حضرت مسیح موعود کی اس وحی الٰہی کے ایک جزو کی تفسیر ہے۔ جو آپ کو دنیٰ فتدلّٰی کے الفاظ میں ہوئی۔ یہ کیفیت فتدلّٰی کی ہے۔ دنیٰ صعود تھا۔ یہ نزول ہے۔ یہ اس وقت میسر آتی ہے۔ جب نفوس قدسیہ خدا تعالیٰ کی محبت کی وجہ سے فیوض الٰہی کو جذب کر چکنے کے بعد مخلوق کی محبت تامہ کے باعث ان فیوض کو مخلوق تک پہنچاتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ووجدک عائلاً فرمایا۔ اسکی حقیقت بھی یہی ہے۔

پس یہ فقرہ جو ساٹھ سال پہلے آپ نے اپنے قلب کی حالت کی بنا پر لکھا تھا۔ گو اسکی شرح کے لئے دفاتر کی ضرورت ہے۔ پھر انسان کی فطرت میں یہ بات رکھی گئی ہے۔ کہ وہ دنیا کے مال وزر اور زخارف کو چاہتا ہے۔ اس فطرت کا نقشہ قرآن مجید کی اس آیت میں خوب بیان کیا ہے۔ جہاں فرمایا۔ کہ لوگوں کی فطرت میں یہ بات خوشنما دکھائی گئی ہے۔ کہ اموال اور عورتیں اور گھوڑے وغیرہ پسند کرتے ہیں۔ لیکن انبیا علیہم السلام اور ان کے رنگ میں رنگین لوگوں کی حالت اس سے بالکل الگ اور جدا ہوتی ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں۔ "ذکر اللہ مالی" میرا مال و متاع اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے۔ حقیقت میں جس قوم کو یہ تعلیم دی گئی ہے۔ کہ ذکر اللہ اکبر۔ دنیا کی تمام عظمتوں اور شوکتوں کے مقابلہ میں رفعت و عظمت اگر ہے۔ تو وہ ذکر اللہ ہی کے لئے ہے۔ پھر اس فانی مال و دولت کے لئے خدا کے ہاتھ سے معطر اور ممسوح کئے ہوئے قلوب کب اس کی طرف جا سکتے ہیں۔

سورہ جمعہ کے اس مقام پر غور کرنے سے ایک لطیفہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ مومنوں کو ذکر اللہ کی طرف سعی کرنے کا ارشاد ہوا۔ اور پھر ایک حالت یہ بتائی۔ کہ جب لوگ تجارت یا لہو کو دیکھتے ہیں۔ تو نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چھوڑ کر ادھر متوجہ ہو جاتے ہیں۔ اسلئے ان کو بتایا۔ کہ اللہ تعالیٰ کے حضور یہ مال و دولت جو تجارت کا نتیجہ ہے۔ یا وہ خوشی اور عارضی مسرت جو لہو کا نتیجہ ہے۔ وہ نہ روح کی پرورش کا ذریعہ ہیں۔ نہ جسم کی۔ بلکہ وہ ذکر اللہ ہی ایک ایسی چیز ہے۔ جو خیر الرازقین سے تعلق پیدا کرنے کا موجب ہوتا ہے۔

قرآن کریم کے دوسرے مقام پر فرمایا۔ الا بذکر اللہ تطمئن القلوب۔ حقیقی سکینت و اطمینان ذکر اللہ ہی سے پیدا ہوتا ہے پس حضرت مسیح موعود نے جو اپنی قلبی کیفیت کو کاغذ پر عیاں کیا ہے۔ اس سے آپ کے اطمینانِ قلب اور سکینت کی حالت عیاں ہے۔ لوگ اطمینانِ قلب کے لئے تڑپتے اور دنیا میں ہزاروں پاپڑ بیلتے ہیں۔ مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام اطمینان اور سکینت کے جس اعلیٰ مقام پر ہیں۔ کیا کوئی اسکی نظیر پیش کر سکتا ہے۔

پھر ایک طرف ہمدردی اور مروت کا تقاضا یہ ہے۔ کہ خدا کی ساری مخلوق کو اپنا کنبہ قرار دیا ہے۔ انسان اپنے کنبہ کی پرورش اور نگرانی میں بُرے بھلے کی تمیز نہیں کرتا۔ اور ایسا ہی اللہ تعالیٰ اپنی صفت ربوبیت میں مومن و کافر اور زندیق انسان و حیوان کا فرق نہیں کرتا۔ لیکن جیسے محبت اور تعلق خاص صفات اور خوبیوں کی پروا کی جاتی ہے جیسے معیت کے متعلق فرماتا ہے۔ ان اللہ مع الذین اتقوا والذین ھم محسنون۔ کل مخلوق کے ساتھ ہمدردی اور مروت کے لئے اپنے قلب کو وسیع پاتا ہے۔ لیکن دوسری طرف خدا تعالیٰ کی محبت اور تعلق کے لئے پھر اس مخلوق میں قربانی کا سلسلہ شروع کرتا ہے۔ چنانچہ ہر بہتر کے لئے ادنیٰ کو قربان کرتا چلا جاتا ہے۔ اسی طرح حضرت مسیح موعود نے اخوت کے لئے صالحین کو منتخب کیا۔ ہر شخص کے چال چلن اور اخلاق اور مرغوبات کا پتہ اس کے دوستوں سے مل سکتا ہے۔ اب جو ہستی صرف صالحین سے محبت کرتی ہے۔ اور انہیں اخوت کے مقام پر رکھتی ہے۔ اسکی صلاحیت کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

قرآن مجید نے مومن کو اخوت کا درجہ دیا ہے۔ اور مومن کا ادنیٰ درجہ صالح ہے۔ صالح وہ ہوتا ہے۔ جس میں کسی قسم کا فساد باقی نہیں ہے۔ صالح غذا وہی کہلاتی ہے۔ جس میں کوئی نقص نہ ہو۔ پس صالح وہی مومن رہتا ہے۔ جس کے اعتقادات صحیح کے مطابق اعمال ہوں۔ یہ صلاحیت بطور بیج کے ہوتی ہے۔ پھر جس قدر انسان اس میں ترقی کرتا ہے۔ وہ ایمانی مدارج میں ترقی کرتا چلا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ شہداء۔ صدیقین اور نبیین کے مقام کو علےٰ قدر مراتب پا لیتا ہے۔ غرض حضرت مسیح موعود کے اس کلام سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ جہاں تک آپ کی ہمدردی ایسی عام اور وسیع ہے۔

آپ اخوت اور محبت کے تعلق صرف ان لوگوں سے رکھنا پسند کرتے تھے۔ جو صالح اور ہر قسم کے فساد سے پاک ہوں۔

میرے دوستو! کیا ہمارا یہ فرض نہیں۔ کہ ہم ہر ایک قسم کے فساد سے پاک ہو کر صلاحیت اپنے اندر پیدا کریں۔ اور ہمارے تعلقات اخوت صرف اسی زمرہ سے ہوں۔ جو صالحین کا زمرہ ہے۔ جو لوگ کسی نہ کسی رنگ میں نظام احمدیت کو دھکا لگاتے ہیں۔ اور شیرازہ کو جو ہمیشہ سے ایک امام کے ذریعہ جو خدا کی کتاب کی اصطلاح میں حبل اللہ کہلاتا ہے۔ توڑتے ہیں۔ وہ خواہ کتنے ہی زور سے نحن مصلحون کہیں۔ میں تمہیں یقین دلاتا ہوں۔ کہ خدا تعالیٰ کی مجید و حمید کتاب انہیں مصلح نہیں۔ مفسد قرار دیتی ہے۔

آپ کی وسعتِ قلب اور ہمدردی عامہ کے لئے جو میں نے آپ کے ایک ماٹو پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے۔ وہ آپ کے اس خلق کی ایک نامکمل تصویر سے زیادہ نہیں۔ آپ کی ساری زندگی اسکی عملی تفسیر تھی۔ واقعات کی ایک فہرست اس خصوص میں پیش کی جا سکتی ہے۔ بلکہ مجھے تو یہ کہنا چاہیئے۔ کہ آپ کا ہر قول اور ہر فعل اسی ہمدردی کا ظہور تھا۔ آپ کی بعثت آپ کی تبلیغ۔ آپ کا پند و نصیحت کرنا سب اسی ہمدردی عامہ کا ظہور تھا۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔ "ان کی خیر خواہی اور ہمدردی ہمارے دل میں اس قدر بھری ہوئی ہے۔ کہ نہ زبان کو طاقت ہے۔ کہ بیان کرے۔ اور نہ قلم کو قوت ہے۔ کہ تحریر میں لاوے۔"

بدل درد کہ دارم از برائے طالبانِ حق
نمے گردد بیاں آں درد از تقریر کوتاہم
دل و جانم چناں مستغرق اندر فکر اوشاں است
کہ نے از دل خبر دارم نہ از جانِ خود آگاہم
بدیں شادم کہ غم از بہر مخلوق خدا دارم
ازیں در لذتم کز درد مے خیزد ز دل آہم
مرا مقصود و مطلوب و تمنا خدمت خلق است
ہمیں کارم ہمیں بارم ہمیں رسمم ہمیں راہم
نہ من از خود نہم در کوچۂ پند و نصیحت پا
کہ ہمدردی برد آنجا بجبر و زور و اکراہم

چو شام پر غبار و تیرہ حال عالمے بینم
خدا بر دے فرود آرد دعائے ہائے سحرگاہم

اس ہمدردی عامہ کا ذکر اور مخلوق خدا کے لئے مواسات کے جوش کا اظہار ایک ہی مرتبہ آپ نے نہیں فرمایا۔ بلکہ آپ کی تمام تحریروں اور تقریروں میں ہزاروں مرتبہ اسی دلی سوزش اور تڑپ کا اظہار ہوا ہے۔ جو آپ کو نوع انسان اور عام مخلوق الٰہی کے لئے تھی۔ اس ہمدردی میں کسی کی تمیز نہ تھی۔ اپنے پرائے دوست و دشمن سب یکساں تھے۔ پنڈت لیکھرام جو اسلام کا ایک تلخ اور بدزبان دشمن تھا جب لاہور میں قتل ہوا۔ تو باوجودیکہ یہ خدا تعالےٰ کے ایک نشان کی تجلی تھی۔ مگر اس حالت میں بھی جہاں تک اسکی ذات اور شخصیت کا سوال تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اس کے ساتھ ہر طرح ہمدردی تھی۔ اور اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سعی اور کوشش سے اسے فائدہ پہنچ سکتا۔ تو حضور اس کے لئے کوئی دقیقہ باقی نہ رکھتے۔ اور آپ نے اس کا اظہار بھی فرمایا۔

عام ہمدردی میں آپ کسی قسم کی تمیز نہ کرتے تھے۔ اور ہر انسان کو اس کا مستحق سمجھتے تھے۔ طبعی طور پر دوستوں اور خدام کو رفیق بھی سمجھتے تھے۔ اور ان کے لئے ہر قسم کی ذاتی قربانی کے لئے آمادہ رہتے تھے۔ سیرت کے باب میں بیماری اور تیمارداری کے تحت میں نے صفحہ ۲۶۹ پر ایک یتیم لڑکے فجا (جو آج کل معمار اور ایک مخلص احمدی ہے) کا واقعہ درج کیا ہے۔ جس دلسوزی اور محبت و ہمدردی سے حضور نے اپنے گھر میں رکھ کر اس کا علاج کیا۔ اور اسکی جان بچائی۔ اسکی نظیر نہیں ملتی۔ ادنیٰ درجہ اور معروف چھوٹے طبقہ کے لوگوں کی عیادت اور خبر گیری کے لئے ان کے گھروں میں چلے جانا یہ ایسی بات نہیں ہے۔ کہ ہم سرسری طور پر اس سے گذر جاویں۔ اسی طرح میں نے شمائل و اخلاق کے حصہ دوم کے نسخہ پر ایک واقعہ لکھا ہے۔ اور اس میں دکھایا ہے۔ کہ وہ وجود جو کبھی کسی پر بڑے سے بڑے نقصان پر بھی ناراض نہ ہوتا تھا۔ بلکہ یوں کہنا چاہیئے۔ کہ ناراض ہونا جانتا ہی نہ تھا۔ وہ اپنے ایک مخلص خادم پر محض اسی وجہ سے ناراض ہوتا ہے۔ کہ اس نے ایک بیمار کی تیمارداری میں کیوں غفلت کی۔ اور وہ بیمار لوگوں کے پیمانہ امتیاز کے لحاظ سے محض ایک ناقابل لحاظ شخص ہو سکتا ہے۔ مگر حضرت کی نظر میں بہ حیثیت انسان اتنی ہی قیمتی جان رکھتا تھا۔ جیسے کوئی اور محترم و معزز شخص واقعہ کی تفصیل تو وہاں دیکھی جا سکتی ہے۔ مگر میں اس کا نام یہاں بھی دینا چاہتا ہوں۔ یہ وہی پیرا پہاڑیا حضرت کا خادم تھا۔ جس کا ذکر اسی سیرت میں متعدد مرتبہ آیا ہے۔ اور آتا رہے گا۔

دوسروں کی ہمدردی اور خیر خواہی کے لئے اپنے وقت کا بہت سا حصہ اردگرد کے دیہات کی گنوار عورتوں اور بچوں کے علاج میں بھی دے دیا کرتے تھے۔ اور دوسرے کام چھوڑ کر بھی اس طرف توجہ کرتے۔ ایک مرتبہ حضرت مولانا عبد الکریم صاحب رضی اللہ عنہ نے اسے تضییع اوقات سمجھ کر عرض بھی کیا۔ جبکہ خود انہوں نے اس منظر کو دو تین گھنٹہ تک خود مشاہدہ کیا۔ اس کا جو جواب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دیا۔ اسے خود حضرت مولوی صاحب نے تحریر فرمایا ہے۔

حیات نور کا ایک ورق

حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ کے ارشادات

استوٰی علی العرش

استوٰی اور عرش وہ لفظ ہیں۔ جن کے متعلق لغت عرب میں کوئی دقت نہیں۔ صحابہ کرام میں ان کے متعلق کوئی غیر معمولی جھگڑا نہیں ہوا۔ مگر متاخرین میں اس پر بڑی بحثیں ہوئی ہیں۔

استوٰی کے معنے علیٰ ظہر استقر الفاظ محدود ہوتے ہیں۔ اور واقعات غیر محدود اس کے لئے ایک ایک لفظ کے کئی کئی معنے لئے جاتے ہیں۔ دیکھو "شے" ہے۔ چیونٹی کے ایک سرے پر بھی شے کا لفظ بولا جاتا ہے۔ اور زمین و آسمان پر بھی۔ اور اللہ تعالیٰ پر بھی۔ اسی طرح دیکھو بیٹھنا۔ ہاتھی بھی بیٹھتا ہے انسان بھی بیٹھتا ہے۔ ساہوکار بیٹھ گیا بھی بولتے ہیں۔ حلق بیٹھ گیا۔ دیوار بیٹھ گئی۔ مگر ہر بیٹھنے کے جدا جدا معنے ہیں۔ پس اللہ لیس کمثلہ شیٔ اس کا قرار اور بیٹھنا بھی لیس کمثلہ ہی ہے غرض موصوف کے لحاظ سے معنے ہوتے رہتے ہیں امام مالک سے کسی نے استوٰی کے معنے پوچھے۔ تو فرمایا۔ المعنی معلوم والکیف مجہول۔

عرش مخلوق نہیں۔ قرآن مجید میں کوئی ایسی آیت نہیں۔ جس سے اس کا مخلوق ہونا ثابت ہو۔ بخاری و مسلم مؤطا طبقہ اول اور ترمذی نسائی ابوداؤد و طبقہ ثانی کی کتابوں میں بھی کوئی ایسی حدیث نہیں۔ جس سے اسکی مخلوقیت ثابت ہو سکے۔ میں نے ایک دفعہ حضرت امامؑ سے پوچھا کہ رب العرش سے عرش کا مخلوق ہونا ثابت ہوتا ہے یا نہیں فرمایا۔ رب العزت بھی آیا ہے۔ تو کیا خدا اپنی صفت ازلی عزت کا بھی خالق ہے؟ پس استوٰی علی العرش کے معنے ہیں خدا کی تجلیات کاملہ میں کوئی عیب نہیں۔ کیونکہ عرش مظہر ہے اس مقام کا جہاں اولاً تمام احکام و صفات کاملہ کا اتم طور پر ظہور ہوتا ہے۔ دربار شاہی میں سب سے پہلے احکام صادر ہوتے ہیں۔ رفع ابویہ علی العرش کے بھی میرے نزدیک یہی معنے ہیں۔ کہ یوسفؑ اپنے والدین کو دربار شاہی میں لے گئے۔

۲۔ اعتداء فی الدعا تین قسم ہے۔ ایک چلا کر دعا مانگنا۔ اسلئے فرمایا۔ ادعوا ربکم تضرعًا و خفیۃ"۔ دوم ایسی طرز کی دعا جو قرآن مجید و سنت نبوی کے خلاف ہو۔ مثلاً ایک شخص جو عہد نبوی میں دعا کر رہا تھا۔ اے خدا مجھے بہشت نصیب کر اور اس میں ایسے مکان ہوں۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اسے منع فرمایا۔ کہ تو جنت الفردوس مانگ لے۔ ایسا ہی اس قسم کی دعائیں کہ مجھے خدا بنا دے یا عورت بنا دے وغیرہ سوم یہ کہ اللہ تعالیٰ کی باندھی ہوئی حدود کی پروا نہ کرنا۔ اور دعا ہی کئے جانا۔

(۳) فرمایا۔ کہ گناہ تو ہر وقت کا بُرا ہے۔ مگر وہ گناہ سب سے بُرا ہے کہ جب کوئی مامور اصلاح کے لئے آیا ہو۔ تو اسکی اصلاحوں کی مخالفت کی جائے۔ وہ وقت خاص طور پر توجہ الٰہی کا ہوتا ہے۔ ولا تفسدوا فی الارض بعد اصلاحہا۔

(۴) فرمایا۔ کہ جس طرح بارش سے پہلے ٹھنڈی ہوا کا ایک جھونکا آتا ہے۔ اسی طرح جب کبھی کسی راستباز نبی کا نزول ہونا ہوتا ہے۔ تو اس سے پہلے جس اصلاح کے لئے وہ آتا ہے۔ اسکی نسبت کچھ نہ کچھ تحریک اس قوم میں پیدا ہو ہی جاتی ہے۔ مثلاً ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے لا الٰہ الا اللہ کی تبلیغ کے لئے مبعوث ہونا تھا۔ تو امیہ بن ابی الصلت۔ زید بن عمر جیسے بت پرستی سے متنفر ہو گئے۔ ہمارے امام نے وفات مسیح پر زور دینا تھا۔ آپؑ سے پہلے سر سید اور آج کل کی تعلیم نے اس مسئلہ کو چھیڑ رکھا تھا۔ صرف اتنا فرق تھا۔ کہ اگر آپ نہ آتے تو لوگ۔ اسلام کی تعلیم پر عیب لگاتے۔ گو اس مسئلہ کو مان لیتے۔ آپ آئے اور بڑے زور سے فرمایا۔ کہ وفات مسیح قرآن مجید سے ثابت ہے۔ وھو الذی یرسل الریح بشرًا بین یدیہ رحمتہ ط

(۵) فرمایا۔ اس وقت روئے زمین پر کوئی اہلسنت والجماعت نہیں۔ مگر احمدی جماعت تو وہی ہو گی۔ جس کا امام ہو۔ کیا ہمارے مخالف مسلمان ایک صف میں کھڑے کئے جاویں۔ تو ان کا کوئی امام ہے۔ ہرگز نہیں۔ ہاں احمدی جماعت کا خصوصیت سے امام ہے۔ پس اس وقت احمدیوں کے سوائے کوئی اہلسنت والجماعت میں سے نہیں۔

(۶) فرمایا۔ کہ قرآن مجید کے مدبرین عجیب عجیب فوائد ہیں ایک دفعہ کسی نے پوچھا۔ کہ طاعون کے دنوں میں باہر ڈیرا لگانیکا کیا حکم ہے۔ میں نے کہا۔ کہ باہر ڈیرا لگائے۔ اور یہ خروج میں داخل نہیں۔ کیونکہ سقنہ البلد میت سے ظاہر ہے۔ کہ اس شہر کی اردگرد کی زمینیں شہر کے حکم میں ہیں۔ ورنہ کوئی بتا دے۔ کہ بارش صرف شہر کے کوٹھوں پر ہوتی ہے۔ اور انہیں سے الثمرات نکلتے ہیں۔

(۷) فرمایا۔ اسلام کی خوبیوں میں سے ایک خوبی یہ بھی تھی۔ کہ اس نے کسی چیز کو مطلق بے فائدہ نہیں ٹھہرایا۔ دیکھو والذی خبث لا یخرج الا نکدا میں بتا دیا۔ کہ خبث میں بھی کچھ نہ کچھ مادہ نبت ضرور ہے۔ ورنہ خدا کا فعل عبث ٹھہرتا ہے۔ دنیا کی کسی چیز کو کبھی لست علی اشئی بالکل ناکارہ نہ کہو۔ (بدر)

ایں ماتم سخت است کہ گویند جواں مرد

مرزا عزیز احمد صاحب کو المناک حادثہ

۲۳ / وفا ۱۳۲۱ ہش کو مرزا مبارک احمد صاحب جو کہ ایک لمبے عرصہ سے بیمار چلے آتے تھے۔ وفات ہو گئے۔ اور اپنے حقیقی معبود کے پاس بلائے گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ موت ایک ایسی ناگزیر راہ ہے کہ اس پر ہر امیر و غریب۔ شاہ و گدا جوان ہو کہ بوڑھا اپنے وقت پر ہر ایک کو گزرنا پڑتا ہے۔ اسلئے مجال دم زدن نہیں۔ میں اس موقعہ پر کوئی دردناک پیرایہ میں اس صدمہ کی تصویر کو نہیں کھینچنا چاہتا۔ مرزا عزیز احمد صاحب نے جس حوصلہ اور صبر سے اس صدمہ کو برداشت کیا ہے۔ وہ آپ کا ہی حق تھا۔ اللہ تعالیٰ ان کو صبر جمیل دے اور اس کا بہتر نعم البدل عطا فرماوے۔

مرحوم موصی تھے۔ آپ کو چار دیواری میں دفن کیا گیا۔ حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ اور حضور نے جنازہ کو کندھا دیا۔ اور تدفین تک وہاں تشریف فرما رہے ہیں اس صدمہ میں ان کے محترم والد بزرگوار مرزا عزیز احمد صاحب اور دیگر خاندان کے تمام ممبروں سے دلی ہمدردی ہے۔ ہماری دعا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے قرب میں جگہ دے۔ آمین۔

بقیہ مضمون صہ ۸ ایران میں نور اور ظلمت دو خدا مانے جاتے تھے۔ ہندوستان کے فرزندوں نے بچھوؤں۔ سانپوں پتھروں اور درختوں کو ہی خدا نہ بنایا تھا۔ بلکہ ان سے بھی آگے بڑھ کر عورت اور مرد کی شرمگاہوں تک کی پرستش کو اپنا شعار بنا لیا تھا۔ اسی طرح پر کل دنیا کی حالت ہو چکی تھی۔ ساری دنیا مر چکی تھی۔ تمام اخلاق فاضلہ اور روحانی قوتوں کا خون ہو چکا تھا۔ اسی کو خدا کی حکیم کتاب نے ظہر الفساد فی البر والبحر کے لفظ سے تعبیر کیا ہے۔ یہ عیسائی جو آج ابن مریم کو خدا کہتے ہیں۔ خیال کر لو۔ کہ تیرہ سو برس پہلے ان کی کیا حالت ہو گی۔ یہ بدترین اعتقاد ہے جو دنیا میں رکھا گیا ہے۔ جس کی نسبت قرآن شریف میں کہا گیا ہے۔ کہ قریب ہے۔ آسمان پھٹ جاوے اور زمین شق ہو جائے۔ پھر ایسے طوفان بے تمیزی کے دُور کرنے والے عظیم الشان نبی کا اگر اقرار نہ لیا جاتا۔ تو کسقدر اندھیر مچتا۔ اسی لئے آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کا اقرار لینا بڑا ہی حکمت تھا۔ خدا تعالیٰ جانتا تھا۔ کہ اصلی توحید اسی نبی کے ذریعہ ظاہر ہو۔ اسی لئے سب سے اقرار لیا۔ لیکن اسوقت جب وعدہ اور عہد کا رسول آیا۔ سعادتمند دل راستی کے فرزندوں نے معًا اسکو قبول کر لیا۔ اور اس کا دعوٰی سنتے ہی بابی انت و امی کہہ کر ساتھ ہو لئے۔ ایک ازلی شقیوں کا گروہ بھی تھا۔ جس نے اس وقت بھی نہ پہچانا۔ اور جو اب تک بھی محروم ہیں۔ یہ آیتیں کیا سبق دیتی ہیں۔ اور ان کی تہ میں وہ کیا سر ہے جو مسلمانوں کو متنبہ کرتا ہے۔ میں نے شروع میں بتایا ہے۔ کہ اسی طرح ابتدائے زمان اصلاح سے لیکر آج تک مسیح موعود کی بھی پیشگوئی ہوتی چلی آئی ہے۔ اور ہر ایک نبی اور اکابر امت اپنے اپنے وقت کے لوگوں کو اس عظیم الشان انسان کی بعثت کی خبر دیتا آیا ہے اور سلام کہتا آیا ہے۔ اصل یہ ہے کہ مسیح موعود کی آمد اور بعثت بھی دراصل اسی ہادی کامل صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی آمد ہے۔ مگر دوسرے رنگ میں اور مسیح موعود بھی ایک عظیم الشان فتنہ کو فرو کرنے کے لئے آنے والا تھا۔ اس لئے اسی طرح اسکی بشارت ہمیشہ ملتی آئی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے بھی فرمایا۔ کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم و امامکم

[illegible]

حیات صافی کا ایک ورق

گاہے گاہے باز خواں ایں قصۂ پارینہ را

میثاق النبیین

واذ اخذ اللّٰہ میثاق النبیین لما اٰتیتکم من کتاب وحکمۃ ثم جاءکم رسول مصدق لما معکم لتؤمنن بہ ولتنصرنہ۔ قال ءاقررتم واخذتم علٰی ذالکم اصری۔ قالوا اقررنا۔ قال فاشہدوا وانا معکم من الشاہدین۔ فمن تولّٰی بعد ذالک فاولٰئک ہم الفاسقون ؏

اور اس وقت کو یاد کرو۔ کہ جب اللہ تعالیٰ نے تمام نبیوں سے اقرار لیا۔ کہ میں نے جو تم کو حکمت اور کتاب دی ہے۔ یعنی اپنی معرفت اور شناخت کے ذریعہ تم کو عطا کئے ہیں۔ ایک وقت آنے والا ہے۔ کہ اس کے متعلق بڑی بڑی غلطیاں اور فتور واقع ہوں گے۔ اس وقت ان غلطیوں کی اصلاح و تجدید دین کے لئے ایک عظیم الشان رسول آئے گا۔ جو ان حقائق اور صداقتوں کی تصدیق کرے گا۔ اور تمام غلط فہمیوں اور غلط تعلیمات بیہودہ رسومات اور خیالی معتقدات کو جو اپنی خواہشوں اور جوشوں کا نتیجہ ہوں گے۔ الگ کر دیگا۔ چونکہ اس کا کام عظیم الشان ہوگا۔ اور تمام دین اور گروہ انبیاء پر بھی ایک احسان ہوگا۔ اسلئے تم سب کا فرض ہوگا۔ کہ اس پر ایمان لاؤ۔ اور اسکی نصرت کرو۔ پھر اللہ تعالےٰ نے ان سے پوچھا۔ کہ کیا تم اقرار کرتے ہو۔ اور پھر اس عہد کو مانتے ہو۔ کہ اسکی نصرت کرو گے۔ اور اس پر ایمان لاؤ گے۔ انہوں نے جواب دیا۔ ہاں ہم ایسا ہی کریں گے۔ اسپر ایمان لائیں گے۔ اور اسکی نصرت کریں گے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے کہا۔ کہ تم اپنے اس معاہدہ کے گواہ رہو۔ اور میں بھی تمہارے ساتھ ایک گواہ ہوں۔ پس اس وقت جو شخص ایسے روشن دلائل دیکھنے کے بعد اسکی بیعت اور نصرت سے انکار کریگا۔ وہ فاسق (بدعہد) ہوگا۔

یہ آیتیں اللہ تعالےٰ کی کتاب میں بڑے ہی غور و فکر کے قابل ہیں۔ سب مفسر بالاتفاق مانتے ہیں۔ کہ ان آیتوں میں ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے متعلق ایک عہد کا ذکر ہے۔ اور یہ تسلیم کیا گیا ہے۔ کہ ہر ایک نبی سے اللہ تعالیٰ نے اور ہر نبی نے اپنی امت سے یہ اقرار لیا کہ خاتم النبیین پر ایمان لانا اور اسکی نصرت ضروری ہوگی۔ اور اقرار اور عہد کو کتب سابقہ میں اور صحائف انبیاء میں مختلف طریقوں سے ادا کیا گیا ہے۔ لیکن جہاں تک ہم اس کتاب اور انبیاء علیہم السلام کے صحیفوں کو دیکھتے ہیں۔ یہ بات بڑی صفائی کے ساتھ معلوم ہوتی ہے۔ کہ ابتدائے اصلاح کے وقت سے یعنی آدم علیہ السلام کے زمانہ سے لیکر حضرت مسیح موعود علیہ السلام تک برابر دو شخصوں کی پیشگوئی چلی آتی ہے۔ اور وہ پیشگوئی دو مختلف شاخیں رکھتی ہے۔ اور جاتی ہے۔ ورنہ دراصل ایک ہی شخص کی پیشگوئی ہے۔ لیکن چونکہ دو مختلف عنوانوں کے ماتحت یہ پیشگوئی ہے اس لئے ہم بھی اسکو دو ہی شخصوں کے متعلق کہیں گے۔ ایک آنحضرت صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے متعلق اور دوسری بھی آپ ہی کی۔ مگر بروزی رنگ میں مسیح موعود کے متعلق۔

اس میں کوئی کلام اور شک اور تردد باقی نہیں رہتا۔ کہ یہ پیشگوئی متواتر متوارث طور پر چلی آئی ہے۔ اس کے متعلق خدا کی حکیم اور مجید کتاب ان آیتوں میں ذکر کرتی ہے۔ اس لئے اس آیت پر بڑا ہی تدبر کرنا چاہیئے۔ اور دیکھنا چاہیئے۔ کہ وہ کیا اہم ضرورت تھی۔ جو اللہ تعالےٰ نے سارے نبیوں سے یہ عہد لیا۔ اور پھر ہر ایک نبی نے اپنی امت کو وصیت کی۔

یہ ایک سوال ہے۔ جس کو حل کرنا ضروری ہے۔ جہاں تک میں نے اس آیت پر سوچا ہے۔ اور خدا تعالےٰ نے مجھے اس کے حل کرنے کی راہیں بتائی ہیں۔ وہ اگرچہ بہت ہی لذیذ اور طویل الذیل باتیں ہیں۔ مگر میں مختصر طور پر اس وقت کے مناسب حال کچھ بتاؤنگا۔ اسجگہ اللہ تعالےٰ نے تین نقطہ رکھے ہیں۔ جو بڑے ہی قابل غور ہیں۔ اور اس سوال کے حل کرنے کی کلید ہیں۔ (۱) کتاب (۲) حکمت (۳) مصدق۔

اس آیت سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ تمام نبیوں کو کتاب اور حکمت عطا کی۔ اور ان دو ذریعوں سے ان کو بہرہ ور کیا۔ جو اللہ تعالیٰ کی شناخت معرفت اور پھر اسکی عبادت کی جان ہیں۔ یاد رکھو۔ کہ اللہ تعالیٰ جو شناخت اور عبادت اپنی نسبت مخلوق سے چاہتا ہے۔ اس کے دو ہی ذریعے ہیں۔ ایک وحی جس کو دوسرے الفاظ میں کتاب اللہ کہا گیا ہے۔ دوسرے اسکو سمجھنے اور موقعہ پر برتنے کا فہم صحیح جو حکمت سے تعبیر کیا گیا ہے اللہ تعالیٰ کی ہستی کے ثبوت کی بہت ہی راہیں اور ذریعے ہیں۔ لیکن سب سے کامل اور افضل ذریعہ وحی ہے۔ جس سے اسکی ہستی کا کھلا کھلا ثبوت ملتا ہے۔ ایسا ثبوت کہ کسی شک و شبہ کی گنجائش باقی رہ سکتی ہی نہیں۔ اور حکمت وہ باتیں ہوتی ہیں۔ جو اس طریق اور معرفت کو بتاتی ہیں۔ جو خدا تعالیٰ کی عبادت کے لئے ضروری ہے۔ اور یہی دونوں ذریعے ہیں۔ جو اللہ تعالےٰ نے اپنی ہستی کے ثبوت کے لئے مقرر فرمائے ہیں۔ انہیں دونوں ذریعوں کی وجہ سے اسلام دنیا میں اکیلا مذہب ہے۔ جو اپنی سچائی اور صداقت پر زبردست دلائل رکھتا ہے۔ جن کا مقابلہ کوئی قوم اور مذہب نہیں کر سکتا۔ اب تیسرا لفظ مصدق ہے۔ جو اس امر کی ضرورت بتاتا ہے۔ کہ ایک ایسا انقلاب اور وقت آئیگا۔ کہ جب کتاب اور حکمت میں نقصان واقع ہوگا۔ اور لوگ ان دونوں دنیا میں آئے گا۔ جو حق و باطل میں فرق کر دیگا اور اسکی سچائی کا یہ نشان ہوگا۔ کہ وہ ان صداقتوں اور حقائق کی تصدیق کرے گا۔ جو تمہیں دی گئی تھیں۔ یہ نشان گویا اسکا حلیہ ہے جو ہزاروں برس پہلے متواتر اللہ تعالےٰ اپنے نبیوں کی معرفت دنیا کو بتاتا آیا ہے۔ اس قدر عرصہ دراز پہلے یعنی ابتدائے اصلاح دنیا کے وقت سے لیکر ہمیشہ ہر زمانے میں جب یہ حلیہ اس کا بتایا جاتا رہا ہے۔ تو یہ حلیہ کسی حالت اور صورت میں ناقص اور ادھورا نہیں ہو سکتا ہے۔ گورنمنٹ بھی جب کسی کا حلیہ مشتہر کرتی ہے۔ تو عموماً وہ مکمل ہوتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ جو حلیہ ہزاروں سال سے بتاتا چلا آیا ہے۔ اور کسی زمانہ میں اس میں کوئی فرق نہیں آیا۔ اس کے صحیح اور ٹھیک ہونے میں کیا شک ہو سکتی ہے؟

اور حقیقت الامر یہ ہے۔ کہ ایسا واضح درخشاں خط و خال والا حلیہ نظر ہی نہیں آتا۔ جو اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے وہ حلیہ کیا ہے؟ مصدق لما معکم۔ یعنی اس نبی کی شناخت کا معیار اسکی تصدیق کا خطا نہ کرنے والا نشان یہ ہوگا۔ کہ وہ ان تمام گذشتہ صداقتوں کی جو پہلے انبیاء اور اصحاب کو دی گئی تھیں۔ اور جن میں اس وقت غلطیاں خرابیاں اور بے اعتدالیاں واقع ہو چکی ہوں گی۔ تصدیق کریگا۔ یہ ایک معیار ہے۔ جو کبھی خطا نہیں کر سکتا۔ اور اس سے بڑھ کر پردہ برانداز نشان ہو ہی نہیں سکتا۔ خدا تعالیٰ کی ہستی جو شناخت اپنے رسولوں کی کرانی چاہتی ہے۔ اسکی کامل اور واضح راہ یہی ہے۔ بھلا بتاؤ تو سہی کہ وہ کون شخص ہے۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی شناخت کا آرزومند نہ ہو۔ کیونکہ آپ خاتم الانبیاء اور ابدالآباد کے لئے نبی تھے اور ہیں۔ اور کامل اکمل ہادی تھے اور ہیں۔ اور آپ کا نہ ماننا خدا تعالیٰ کے غضب کا وارث بننا تھا۔ اس لئے آخری زمانہ کے اہل کتاب کو مصدق لما معکم نشان بتایا۔ کوئی مفسر۔ عالم۔ ادیب۔ مصدق لما معکم کے معنے سوائے اس کے کچھ نہیں کر سکتا۔ کہ وہ خاتم الانبیاء جو عہد کا رسول کہلاتا ہے۔ جس کی بابت کل نبیوں سے میثاق لیا گیا۔ ان تمام صداقتوں اور حقائق کی جو گذشتہ انبیاء کے ذریعہ ظاہر ہوئیں۔ تصدیق کرے گا۔ اور اس کے قول و فعل سے حق کی تائید اور تصدیق ہوگی۔ اور تمام غلط تعلیمات۔ بیہودہ اعتقادات اور بطلانوں کو الگ کر دیگا۔ اس امر کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی زندگی آپ کی پاک تعلیمات میں مشاہدہ کرو۔ کہ آپ نے کیسے تمام سچائیوں اور صداقتوں کی تصدیق کی۔ اور ہر ایک بیہودگی کو دور کر دیا۔

اب غور طلب یہ امر ہے۔ کہ اللہ قادر کریم جو ذوالجلال ہے۔ ایک نبی کے متعلق سارے نبیوں [illegible] کے ذریعہ ان کی امتوں سے عہد لیتا ہے۔ کہ تم نے اس پر ایمان لانا اور اسکی نصرت کرنا۔ اور جو نہ مانے گا۔ وہ لعنت کے نیچے آجاویگا۔ ایسا کیوں کیا گیا؟ یہ بات بڑی لذیذ اور قابل غور ہے۔ اصل یہ ہے۔ کہ اگر آنحضرت صلے اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم دنیا میں نہ آئے ہوتے۔ تو سب کے سب انبیاء اور رسول ہلاک ہو جاتے۔ آدم سے لیکر آنحضرت صلے اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم تک کسی نبی کا نشان نہ ہوتا۔ سب مٹ چکے تھے۔ دنیا کی دست درازیوں اور فضول مبالغہ کی وجہ سے مجھے اسی امر کے کہنے میں بھی عار نہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ کا نام بھی مٹ گیا تھا۔ ایک ناپاک مذہب نے ضعیف عورت

(دی اللہ بخش سٹیم پریس قادیان میں باہتمام شیخ محمود احمد عرفانی ایڈیٹر و پبلشر پرنٹر دفتر الحکم تراب منزل قادیان سے شائع ہوا)